ترجمہ

تذکرہ خوشنویساں

تصنیف

مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی

ترتیب و تدوین :- محمد ہدایت حسین

مترجمہ

[illegible] محمد عبدالحی فائز

ناشر

مولانا ابوالکلام آزاد عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک ۳۰۴۰۰۱

خطاطی

ترجمہ

تذکرۂ خوشنویساں

تصنیف

مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی

ترتیب وتدوین :- محمّد ہدایت حسین

مترجمہ

(پروفیسر) محمّد عبدالحیٔ فائز

ناشر

مولانا ابوالکلام آزاد عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک ۳۰۴۰۰۱

*

نام کتاب :۔ خطاطی ترجمہ تذکرۂ خوش نویساں —

مصنف :۔ ———— مولانا غلام محمد صاحب ہفت قلمی دہلوی

مترجم :۔ ———— پروفیسر محمد عبدالحیٔ فائز

پیش لفظ :۔ ———— خدا داد مونس (ڈائریکٹر)

ایڈیشن :۔ ———— اوّل

سنہ اشاعت :۔ ———— ۹۵-۱۹۹۴

تعداد :۔ ———— ۵۰۰

مطبع :۔ ———— ایم این بک بائنڈنگ اینڈ پرنٹنگ ورکس امیر گنج ٹونک کے
ذریعہ کوٹھ والا آفسیٹ پریس جے پور میں چھپا

قیمت :۔ ———— Rs. 42/-

ناشر

مولانا ابوالکلام آزاد
عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک

فہرست

پیش لفظ

بڑی مسرت کی بات ہے کہ ادارہ فن خطاطی پر ایک اہم اور نادر فارسی دستاویز "تذکرۂ خوشنویسان" کا اُردو ترجمہ "خطاطی" پیش کر رہا ہے۔ یہ تذکرہ مطبوعہ ہونے کے باوجود کم یاب ہے۔ اس کا ترجمہ پروفیسر عبدالحی حبیبی فائز نے کیا ہے جن کے بارے میں عہد طفولیت سے گوش آشنا ہیں۔ موصوف اس سے قبل ادارہ کی کئی اہم کتابوں کے ترجمے کر چکے ہیں۔ کتاب الشطرنج، تاج المآثر، رباعیات عمر خیام اور رباعیات سرمد کے ترجمے آپ ہی کے کیے ہوئے ہیں۔

زیر نظر کتاب ان طلباء کے لیے جو فن خطاطی سے خاص شغف رکھتے ہیں کافی اہمیت رکھتی ہے۔ مؤلف نے قلم کی تاریخ، رسم خط کی ایجاد اور اس کی قسمیں اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے قدیم اور مستند کاتبوں کے بارے میں مختصر معلومات فراہم کی ہیں۔ اپنے موضوع پر یقیناً یہ ایک بہترین کتاب ہے۔

اُمید ہے ادارہ کی یہ پیشکش اہل علم کے درمیان شرف قبولیت حاصل کرے گی۔

خُدا داد مونس
ڈائرکٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوشنویسوں کا تذکرہ

اس خدائے عز وجل کی حمد وثنا جس نے سورج کی کرنوں سے خطوط بنائے اور آسمان کے صفحات پر قدرت کاملہ کے قلم سے نقش ونگار بنائے اور حمد بیحد اس معبود حقیقی کی جس کی صنعت وکاریگری نے فطرتِ انسانی کی دلہن کو حسین صورت عطا فرما کر زیب وزینت بخشی اور اس عروس فطرت کو اپنی صفات کے عکس سے منور فرما کر نفس ناطقہ کی گود میں پرورش پانے کا موقع عطا فرمایا۔ فتبارك الله احسن الخالقين

اور سردارِ دوجہاں، امّی لقبی کی نعت کی توفیق انسانی زبان کو عطا فرمائی جن کی بدولت یہ سارا جہان پردۂ عدم سے وجود میں آیا۔ اور جن کی شفاعت ہی دونوں جہان کی فلاح ونجات کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين وہ ذات گرامی جن کے صدقے میں شریعت کے قلم اور طریقت کے صفحات کو یہ عزت وشرف نصیب ہوا۔ اور اس بے رنگ جہان میں ایجاد واختراع کی رنگ آمیزی سے رنگا رنگ نقوش اور دلکش نقشے ظہور پذیر ہوئے

صلى الله عليه وعلىٰ اٰله واصحابه اجمعين

اور تحیۃ وسلام ان اصحاب کرام اور آل پاک پر جو دین مبین کے حامی، طریقت کے رہنما اور اسلام کے میدان کے شہسوار ہیں۔ اور شریعت مطہرہ کے نگہبان ہیں۔

حمد ونعت کے بعد ذی استعداد حضرات کے خرمن کا خوشہ چیں احقر العباد محمد ہدایت حسین مدرس عربی وفارسی پریسیڈنسی کالج دار الخلافہ کلکتہ ولد سرآمد علمائے دوراں اور سرسلسلہ فقہائے زماں، علامۃ الاعلام، مرجع الانام، قدوۃ المحدثین ورئیس المفسرین، جمال الملۃ والاسلام بہجۃ اللیالی والایام، بدر الفضلاء، شمس العلماء مولینا ولایت حسین مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ ولد مولینا خیرات حسین مرحوم غفر اللہ ذنوبہ ابن مولینا کاظم حسین رحمۃ اللہ علیہ میر منشی فرماں فرمائے

ممالک ہندوستان' نے باوجود اپنی علمی مصروفیات اور کثرتِ مشاغل کے جو آرزو تھی کہ ایرانی اور عربستانی خوشنویسوں کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کے جادو قلم خوشنویسوں کے حالات قلمبند کرے تاکہ ان کے حسین و جمیل نقوش قائم و باقی رہیں اور یہ فراموش نہ کئے جا سکیں۔ اور چونکہ اس دور میں کمالات کی ناقدری عام ہے یہ دولتِ بے بہا ضائع نہ ہو جسکی علمی میدان میں ضرورت ہے اور ان صفاتِ عالیہ کو جو خوش قلمی سے وابستہ ہیں دنیا طاقِ نسیاں میں رکھ کر بھلا نہ بیٹھے۔ اور صاحب کمال 'اعجاز رقم خوشنویسوں کی فنکاری' جو نگارخانۂ چین اور مانی و بہزاد کی مصوری پر بھاری ہے وہ صفحۂ ہستی سے معدوم نہ ہو جائے۔ حسین قلمکاری اور خوشنویسی کے حسین نقوش جو موتیوں کی طرح جا بجا بکھرے ہوئے ہیں ان کو یکجا کر کے اہل نظر اور قدردان حضرات کے ذوقِ سلیم کی تسکین کے لئے اُس کو پیش کیا جائے اور محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے میں نے ایک عرصے تک اس سلسلے میں پیہم جد و جہد اور تلاش و جستجو کر کے یہ شاہ پارے اور شاہ کار جمع کرنے کی کوشش کی چنانچہ بمصداق همة الرجال تقلع الجبال (یعنی باہمت لوگ پہاڑ کو بھی اکھاڑ پھینکتے ہیں) مجھے ایک نادر قلمی نسخہ اس فن لطیف کے بارے میں خوش قسمتی سے دستیاب ہو گیا جس کا نام "تذکرہ خوشنویساں" ہے اور یہ نسخہ مولٰینا غلام محمد صاحب ہفت قلمی متخلص بہ "راقم" کی تصنیف ہے جن کا سال وفات ۱۲۲۹ھ ہے۔ اس بے مثال نسخے کو حاصل کر کے میں نے اس کے منتشر اوراق اور پراگندہ صفحات کو یکجا کیا جو زمانے کے حوادث و آفات سے اور گردش ایام کی بدولت عاشقوں کے دل اور حسین زلفوں کی طرح پراگندہ و منتشر تھے اُن کو نہایت احتیاط سے یکجا کر نظرِ غائر سے مطالعہ کیا تو یہ اندازہ ہوا کہ واقعی یہ نایاب اور قابل قدر نسخہ اپنی مثال آپ ہے اور فن خوشنویسی کے متعلق نہایت قابل قدر تصنیف ہے۔ اس سے پہلے میری نظر سے اس موضوع پر اور بھی کئی رسالے اور نسخے گزرے تھے لیکن ان سب سے بہتر اور افضل میں نے اس نسخے کو پایا۔

فن خطاطی کے متعلق ایک نسخہ "امتحان الفضلا" کے نام سے میری نظر سے گزرا جو میرزا سنگلاخ ایرانی کی تصنیف ہے اور یہ نسخہ ۱۲۹۱ھ میں طہران میں طبع ہوا تھا۔ اس میں مصنف مذکور نے دو مقاصد پیش نظر رکھے ہیں اول تو مصنف نے چونتیس عراق عرب اور عجم کے ممتاز خوشنویسوں کا ذکر کیا ہے اور دوسرے یہ کہ مصنف مذکور نے اس نسخے میں اس حد تک عبارت آرائی کی ہے کہ دوسروں کی نظر میں پریشان کن ہے البتہ فارسی داں اہلِ زبان ایرانیوں کی نظر

میں پسندیدہ ہے۔

اس کے علاوہ اس فنِ لطیف کے متعلق دوسرا نسخہ جو میری نظر سے گزرا وہ "خط و خطاطان" تھا جو ترکی زبان میں حبیب آفندی کی تصنیف ہے۔ اور یہ نسخہ ۱۳۰۶ھ میں قسطنطنیہ میں طبع ہوا ہے اور تیسری تصنیف جو میری نظر سے گزری وہ فرانسیسی زبان میں کلیمنٹ ہیوارڈ صاحب کی تصنیف ہے جو پیرس میں ۱۹۰۸ء میں طبع ہوئی تھی۔ جب میں نے تحقیق و جستجو کی تو خطاطی پر چند اور تصانیف بھی مجھے ملیں جن میں نسخہ مفتاح الخطوط تھا جو ۱۲۴۹ھ میں رضا علی شاہ قادری نے ہندوستان میں لکھا تھا لیکن اس نسخہ سے پتہ چلتا ہے کہ رضا علی شاہ نے مذکورہ ترکی نسخے سے اقتباس کیا ہے اسی لئے اس نسخہ میں ہندوستان کے ممتاز اور مایۂ ناز خوشنویسوں کے نام ہیں اور بیرونی ممالک کے خوشنویسوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر چارلس ریو کے قول کے مطابق اس کا دوسرا نسخہ برٹش میوزیم لندن کے کتب خانے میں موجود ہے۔ چنانچہ میں نے بڑی محنت و مشقت کے بعد اس نسخے کا مطالعہ کرکے ایشیاٹک سوسائٹی کو اس کا خلاصہ پیش کیا۔ جس کو دیکھنے کے بعد اس کی طباعت کے احکامات جاری کرد‍ئے گئے چنانچہ میں نے اس نسخے کے ماخذ کے علاوہ چند اور مفید اور نتیجہ خیز معلومات کا اس میں اضافہ کرکے یہ نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کو پیش کر دیا اگرچہ خوشنویسی اور خطاطی کے موضوع پر متقدمین سے لیکر متاخرین تک مختلف زمانوں میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن میں نے اپنی اس کتاب میں صرف وہی مواد پیش کیا ہے جو معتبر کتابوں اور مستند اقوال پر مبنی ہے مثلاً کتاب الفہرست ابنِ ندیم اور کشف الظنون اور فتوح البلدان بلاذری اور وفیات الاعیان اور مقدمہ ابن خلدون وغیرہم سے میں نے انتخاب کیا ہے۔ اور اس کو چار مقالوں پر تقسیم کرکے لکھا ہے۔ تفصیل ان مقالات کی حسب ذیل ہے۔

مقالہ اول :- رسم الخط کی ایجاد و ابتدا

مقالہ دوئم :- قدیم اہل فارس کے مختلف رسوم الخط اور ان کی ایجاد

مقالہ سوئم :- نقطوں کی ایجاد اور بانقط حروف کا سلسلہ اسلامی دور میں

مقالہ چہارم :- فن خوشنویسی کی مختصر تاریخ۔

پہلا مقالہ

عربی رسم الخط کی ابتدار

ذی علم اور صاحب کمال حضرات پر یہ بات بخوبی روشن ہے کہ ہر صدی اور ہر دور میں مورخین مصنفین نے مختلف انداز اور پیرائے میں اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے اور مختلف روایات اور بیانات اس سلسلے میں قلمبند کئے ہیں چنانچہ میں نے بنظر غائر معتبر تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنی تحقیق کے مطابق یہ مواد فراہم کیا ہے جو ظاہر بین نظروں سے دور اور حقیقت شناس کی نگاہ سے قریب ہے جس کو میں، نے بڑی کادش اور احتیاط سے مرتب کیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا ۔

پہلا قول

جس ہستی نے سب سے پہلے دنیا میں عربی وفارسی اور دیگر رسوم الخط کی بنیاد ڈالی وہ حضرت آدم علیہ السلام کی ذات گرامی ہے جنہوں نے اپنی وفات سے تین سو سال پہلے ان رسوم الخط کو خام مٹی کی تختیوں پر مرتب کیا اور پھر ان خام مٹی کی تختیوں کو آگ میں پکا کر زمین کے نیچے داب دیا۔

جب طوفان کا ہنگامہ برپا ہوا اور دنیا غرق اور نابود ہوئی تو اس کے بعد جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی خشکی پر پہنچی اور کوہ جودی کے دامن میں ماقبی کشتی نشین پہنچے تو انھوں نے ان زیر زمین تختیوں کو جو زمین سے اوپر ابھر آئی تھیں ان کی مدد سے تحریر کے طور پر نقش اور صورتیں بنائیں اور اس طرح اپنی کتابت کی ابتدا کی۔ کتاب الفہرست کے مصنف نے یہی روایت بعینہٖ کعب کے قول سے نقل کی ہے جو ایک مشہور راوی ہے۔ لیکن اس کو ناقابل اعتماد روایت بھی قرار دیا ہے۔

دوسرا قول

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس ہستی نے عربی رسم الخط وضع اور ایجاد کیا وہ حضرت

ادریس علیہ السلام ہیں ۔

تیسرا قول

جیسا کہ فتوح البلدان وغیرہ میں موثق طریقے سے بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں نے عربی تحریر و کتابت کے اصول ایجاد کئے وہ اہل بولان میں سے تین افراد تھے ۔ جن کا قبیلہ سرزمینِ انبار پر فروکش ہوا تھا ۔ اور پھر یہ لوگ یہیں پر مستقل طور پر رہنے لگے ۔ ان تین افراد کے نام یہ ہیں ۔ مرامر بن مرہ ۔ اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ ۔ ان تینوں نے مل کر ایک دوسرے کی مدد سے ملے ہوئے اور مفرد عربی کے حروف سریانی حروف کی مناسبت سے ایجاد کئے ۔ ان تینوں میں سے ہر ایک نے ایک خاص شکل اور ہیئت حروف کی ایجاد کی ۔ چنانچہ مرامر بن مرہ نے حروف کی صورت اور نقوش ایجاد کئے اور اسلم بن سدرہ نے حروف کو ملانے اور الگ کرنے کے اصول بنائے اور عامر بن جدرہ نے نقطے والے اور مرکب حروف کا تعین کیا ۔ اس کے بعد اہل انبار نے انہی تینوں افراد سے کتابت سیکھی ۔ اور اس کے بعد اہل حیرہ نے کتابت کا فن حاصل کیا ۔ اور اس کے بعد بشر بن عبد الملک نے (جو صاحب مملکت و دولت تھا) اس کے فروغ و ترقی پر توجہ کی اور اپنے حیرہ میں قیام کے دوران اس فن کو حاصل کیا ۔ اور اسکے بعد کتابت و خطاطی کا یہ فن قریش مکہ نے حاصل کیا ۔ اور اس فن خطاطی کو جب سفیان بن امیہ بن عبد الشمس اور ابو قیس بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب وغیرہ نے دیکھا کہ یہ لوگ فن کتابت جانتے ہیں تو ان دونوں نے اُن سے اس فن کے سیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور بشر بن عبد الملک نے اُن کو یہ فن سکھانا شروع کیا ۔ اور حروف ہجا کی رسم اور لکھنے کا طریقہ ان کو سکھایا ۔ اس کے بعد یہ تینوں بسلسلۂ تجارت طائف گئے اور وہاں انسے غیلان بن سلمۃ الثقفی نے فن کتابت سیکھا اور اُس کے بعد بشر وہاں سے روانہ ہو گئے اور دیار مضر چلے گئے اور وہاں عمرو بن زرارہ نے بشر سے فن کتابت سیکھا ۔ اس کے بعد بشر ملک شام چلے گئے اور وہاں لوگوں کو فن کتابت کی تعلیم دینا شروع کی ۔ بلاذری کا قول ہے کہ جب آفتاب اسلام طلوع ہوا اس وقت سترہ افراد رسم الخط اور کتابت کے جاننے والے قریش میں موجود تھے اُن کے نام یہ ہیں :

عمر بن الخطاب ۔ علی بن ابی طالب ۔ عثمان بن عفان ۔ ابو عبیدۃ الجراح ۔ طلحہ ۔ یزید بن ابی سفیان ، ابو حذیفۃ بن عتبۃ بن ربیعہ ۔ حاطب بن عمر ابو سلمہ بن عبد الاسد المخزومی ۔ ابان بن سعید بن العاصی بن امیۃ خالد بن سعید ۔ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح العامری ۔ حریطب بن عبد العزیٰ العامری ۔ ابو سفیان بن حرب بن امیہ ۔ معاویہ بن ابی سفیان ۔ جہیم بن الصلت بن مخرمہ ۔ وعلاء بن حضرمی ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

چوتھا قول

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جو اشخاص رسوم الخط کے ایجاد کرنے والے اور بنانے والے ہوئے ہیں وہ اہلِ طسم میں سے چھ افراد تھے اور ان کے یہ نام تھے ۔ ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص قرشت ۔ اور ان افراد نے اپنے ناموں کی مناسبت سے حروف وضع کئے اور جو حروف کہ ان کے ناموں میں موجود نہ تھے جیسے ثا، ضاد، ذال، ظا وغیرہ اِن کو اُن کے برابر والے حروف کے لحاظ سے انھوں نے مرتب کیا۔

بعض دیگر روایات کے مطابق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سب نام (جو اوپر گزرے ہیں) یہ مدین کے بادشاہوں کے نام تھے جو حضرت شعیب علیٰ نبینا و علیہ السلام کے زمانہ میں یوم الظلہ (یعنی آندھی اور اندھیرے کے دن) ہلاک ہوئے۔

پانچواں قول

سب سے پہلے جس شخص نے عربی خط میں لکھا ان کا نام حمیر بن سبا تھا اور اس روایت کو ابنِ ہشام نے اپنی سوانح عمری میں لکھا ہے۔

چھٹا قول

کہا جاتا ہے کہ زبان عربی دراصل حمیر وجدیس، طسم وارم، وحویل کی زبان ہے۔ اس لئے کہ یہ قومیں عرب قوم کا خلاصہ ہیں اور اس قول کی اس بات سے تائید ہوتی ہے کہ جب حضرت اسمٰعیلؑ کو حرم کعبہ شریف کی مجاورت کا شرف حاصل ہوا اور ان کی تربیت ونشو ونما اس مبارک سرزمین پر ہوئی تو بالغ ہونے پر ان کی شادی قبیلہ جرہم میں ہوئی۔ اور اپنے والد بزرگوار (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی اتباع میں وہ اس قبیلہ سے مانوس ہوئے اور ان سے تعلقات قائم کئے چنانچہ اس قبیلہ کی صحبت اور محبت کی بدولت انھوں نے عربی زبان حاصل کی اور ان کے فرزندوں نے طویل عرصہ تک ہمیشہ ہر چیز کا نام اور لفظ اسی قبیلے کی زبان کے مطابق استعمال کیا۔ لیکن جب عرب قبائل کثرت سے ہوگئے تو الگ الگ جا بسے اور ہر قبیلے کی زبان اور لب ولہجہ ایک دوسرے سے مختلف ہوگیا۔ اور یہ قبائل آج تک اگرچہ لغت کے مشترک اصولوں پر کاربند ہیں لیکن ان کے لب ولہجے میں اب بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

سب سے پہلے جس نے عربی رسم الخط میں لکھا وہ نصر، تیماء، دومہ، اور نفیس (حضرت اسمٰعیلؑ

کے فرزندان) ہیں۔ اور انھوں نے ہی حروف کو واضح طور پر وضع کیا۔ آخری بات صداقت کے قریب ہے۔ اور ذوقِ سلیم اور طبع مستقیم کے نزدیک یہ قول قابل قبول ہے۔ اس لئے کہ معتبر تواریخ اور مستند کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے۔

مورخ ابن ندیم کہتا ہے کہ خط نویسی کی ابتدا "مکی خط" سے ہوئی جب یہ رسم الخط رائج ہوا اور درجہ بدرجہ انتہائی ترقی پر پہنچا تو اس (مکی) رسم الخط سے "مدنی" رسم الخط نکلا۔ اور جب یہ مدنی رسم الخط بھی حجاز و عراق میں عام ہوا تو اہل بصرہ نے ایک خاص رسم الخط "مدنی رسم الخط سے ایجاد کیا۔ اور اس کے بعد اس بصری رسم الخط سے اہل کوفہ نے "کوفی" رسم الخط نکالا۔ جو آج بھی "کوفی رسم الخط" کے نام سے تمام دنیا میں مشہور و معروف ہے ؛

دوسرا مقالہ

قدیم اہل فارس کے رسم الخط کی ابتدا اور ایجاد

فارس کے مؤرخین نے اس سلسلے میں مختلف روایات اور متفرق بیانات قلمبند کئے ہیں۔ لیکن ہم نے کتاب الفہرست سے صرف معتبر روایات کو لیا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ کیومرث کے دورِ حکومت میں (جس کو اہل فارس آدم یا ابو البشر سمجھتے ہیں) فارسی زبان میں بات چیت شروع ہوئی۔ اور بمصداق "جیسا راجا ویسی پرجا" اور "جیسا رہبر ویسے پیرو" اُس زبان (فارسی) کو لوگوں نے دنیا میں پھیلایا۔

چند لوگوں کا یہ قول ہے کہ جس نے سب سے پہلے فارسی لکھی وہ بیوراسپ بن وندا سپ تھا۔ جو ضحاک کے نام سے مشہور رہے۔

اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ افریدوں بن اثفیان نے اس کے بعد جب روئے زمین پر تسلط اور غلبہ پایا تو اس نے اپنی سلطنت اپنے بیٹوں پر تقسیم کردی جن کے نام سلم، طوس اور ایرج، تھے۔ اور ہر بیٹے کو خصوصی امتیاز بخشا۔ اور اُن کے حق میں ایک فرمان فارسی زبان میں لکھا تاکہ اس کو اپنا دستور العمل بنا کر اُس پر کاربند رہیں۔

لیکن ابن ندیم (مورخ) نے "کتاب الوزراء" سے (جو ابو عبداللہ محمد بن عبدوس الجہشیاری کی تصنیف ہے) نقل کیا ہے کہ فارسی زبان کے لکھنے کا رواج گشتاسپ بن لہراسپ کے عہد سے پہلے بہت کم تھا اور اُس زمانے کے لوگ اپنے مطالب شرح اور تفصیل کے ساتھ لکھنے کی مہارت نہیں رکھتے تھے اور ایک بات کو بمشکل پورے ایک صفحے میں ادا کرتے تھے اور اُس تحریر کو پڑھنے والا بھی بڑی دقت اور دشواری سے اصل مطلب سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ گشتاسپ تختِ سلطنت پر بیٹھا تو اس کے دور میں لوگوں میں لکھنے کا رواج پھیلا اور جب زردشت بن اسپیمان ظاہر ہوا اور اس نے مجوسی مذہب کی تبلیغ شروع کی تو اس نے ایک عجیب کتاب نکالی جس میں مختلف زبانوں کے لغات شامل

تھے اور اس نے اُس زمانے کے لوگوں کو رسم الخط کے پھیلانے اور لکھنے کی ترغیب دی بلکہ تاکید کی چنانچہ اس کے زمانے کے لوگوں نے اس نئے مذہب کے موجد کی تعلیمات عام کرنے اور رسم الخط سکھانے پر خاص توجہ دی۔ ابن مقفع نے بیان کیا ہے کہ اہل فارس کے سات رسم الخط ہیں جن میں ہر رسم الخط جداگانہ خصوصیت رکھتا ہے۔ اور ایک رسم الخط دوسرے رسم الخط سے ممتاز ہے۔

چنانچہ منجملہ ان رسوم الخط کے ایک رسم الخط " ویش دبیریہ " ہے جس میں تین سو پینسٹھ حروف ہیں اور ان حروف سے لوگ علم فراست، فال گیری اور آنکھوں اور بھنوؤں کے اشارات اور اسی قسم کی باتیں لکھا کرتے تھے۔

ابن ندیم جس نے ۳۸۵ھ میں وفات پائی وہ بیان کرتا ہے کہ اس کے زمانے میں یہ رسم الخط بالکل ناپید ہو چکا تھا اور اہل فارس میں سے کوئی شخص اس رسم الخط کا جاننے والا نہیں رہا تھا۔

دوسرا رسم الخط کستج تھا، جس سے اقرار نامے زمین کی اجارہ داری کی دستاویزات اور موٹے دباریک قلم سے اس رسم الخط میں قطعات لکھے جاتے تھے۔ اور خط سے انگوٹھیوں کے نگینوں پر، کپڑوں پر اور گھر کے فرش وغیرہ پر زینت و زیبائش کے لئے لکھا کرتے تھے اور ان کے سکوں (روپوں اور اشرفیوں) پر بھی اسی رسم الخط میں لکھتے تھے۔ اور اس رسم الخط کے حروف اٹھائیس ۲۸ تھے۔

تیسرا رسم الخط " نیم کستج " کے نام سے موسوم تھا۔ جس میں طب اور فلسفہ وغیرہ کی کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ اس رسم الخط میں بھی اٹھائیس ۲۸ حروف تھے۔

چوتھا رسم الخط " شاہ دبیریہ " تھا جس سے عجم کے بادشاہ اور فرمانروا آپس میں نامہ و پیام کا کام لیتے تھے اور اپنی سلطنت کے معاملات اسی رسم الخط میں لکھتے تھے۔ اور اس رسم الخط کو عام لوگوں سے پوشیدہ رکھتے تھے تاکہ کوئی شخص انکی سلطنت کے رازوں سے واقف نہ ہو سکے۔

پانچواں رسم الخط " ہام دبیریہ " اور " نامہ دبیریہ " تھا جس میں تینتیس ۳۳ حروف تھے اور یہ رسم الخط عام لوگوں کے استعمال میں آتا تھا۔

چھٹا رسم الخط۔ " راز سہریہ " تھا جس سے شاہان عجم اپنی سلطنت کے معاملات کے متعلق رعایا کو فرامین اور تحریریں لکھا کرتے تھے۔ اس رسم الخط میں چالیس حروف تھے اور ہر حرف کی شکل وصورت جداگانہ اور مخصوص تھی۔

ساتواں رسم الخط " راس سہریہ " تھا جس میں منطق اور فلسفہ کے علوم لکھے جاتے تھے۔ اور اس رسم الخط میں چوبیس ۲۴ حروف تھے اور بعض حروف نقطے والے بھی تھے۔ اور اس کا ہجائی قاعدہ جس کو

"زوارش" کہا جاتا تھا اس میں قریب ایک ہزار کلمات تھے۔ اور یہ کلمات ملے جلے اور الگ الگ بھی لکھے جاتے تھے۔ اور انہی کلمات سے ہمشکل حروف میں فرق رکھتے تھے۔

یہ تمام رسوم الخط "کتاب الفہرست" کے اندراجات کے مطابق لکھے گئے۔ چنانچہ اہل فارس کی حکومت جب تمام روئے زمین پر پھیل گئی اور انکی ترقی اور تمدن انتہا کو پہنچ گئے اس وقت یہ رسوم الخط اہل فارس میں رائج تھے۔ لیکن اہل فارس کی حکومت اور اقتدار کے زوال کے ساتھ یہ تمام رسوم الخط بھی رفتہ رفتہ معدوم اور ناپید ہو گئے۔

تیسری فصل (تیسرا مقالہ)

نقطے والے حروف کی ابتدا اسلامی دور میں

نقطے والے حروف کی ایجاد و ابتدا کے بارے میں کئی قسم کی روایتیں ہیں۔ آغازِ اسلام میں قرآنِ کریم اور احادیث مقدسہ کے پڑھنے اور حاصل کرنے کا رواج محض زبانی تھا۔ یعنی ملفوظی طور پر ایک سے دوسرے کے حاصل کرنے اور حفظ کرنے کا طریقہ رائج تھا۔ لیکن جب اسلام کو فروغ ہوا اور اسلامی سلسلہ بڑھا تو اسلام کے پیرؤں کو ہمشکل حروف کی وجہ سے لکھنے پڑھنے میں پریشانی محسوس ہوئی تو ایک قول کے مطابق سب سے پہلے جس شخص نے نقطے لگائے وہ مرار تھا اور نقطے والے حروف کا موجد عامر تھا۔ اور دوسرے قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر ابوالاسود دُئلی نے حروف منقوطہ یا معجمہ بنائے۔ اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ نصر بن عاصم نے یا یحیٰ بن یعمر نے حجاج کے حکم سے نقطے وضع کئے لیکن بظاہر تمام اقوال سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نقطے بھی حروف کی ایجاد و ابتدا کے ساتھ ہی وضع کئے گئے ہوں گے اس لئے کہ یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ حروف باوجود ظاہری ہم شکلی کے قرآن کریم کی ترتیب وکتابت میں ایک زمانے تک نقطوں سے خالی رہے ہوں اور اس کے علاوہ متعدد روایات اور بہت سے اقوال سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کریم کو ہر چیز یہاں تک کہ نقطوں تک سے باز رکھا تھا۔ اس بات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس سے پہلے نقطے (رسم الخط میں) موجود تھے۔ ورنہ نقطوں سے (قران کریم کو) محفوظ رکھنا یا نقطوں سے باز رکھنا کس طرح ممکن تھا۔

چوتھی فصل (چوتھا مقالہ)

فن خوشنویسی کی مختصر تاریخ کے بارے میں

معتبر تاریخی کتابوں میں جو نظر سے گزرا ہے اور جو بات قابل یقین اور معتبر ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی دور میں سب سے پہلے جو شخص قرآن کریم کی کتابت اور خوش خطی کے فن میں ماہر تھا وہ خالد بن ابوالہیاج تھا جس کا کوئی رسم الخط دنیا میں مشہور ہے۔ اور سعدؓ نے اس کو منصب کتابت پر مقرر کیا تھا اور یہ دوسرے رسوم الخط کا موجد بھی تھا۔ جیسا کہ شرح العقلیہ میں مفصل لکھا ہے اور سورۃ مبارکہ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا سونے کے پانی سے لکھی ہوئی جو مسجد نبوی میں قبلے کی طرف لکھی ہوئی ہے۔ یہ اُسی کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اُس سے قرآن کریم لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ اس نے بڑی مہارت اور ہنر مندی سے سنہری حروف میں قرآن کریم کی کتابت مکمل کی اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس لے گیا جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس قرآن کریم کو دیکھا تو اس کو بوسہ دیا اور اپنے سر اور آنکھوں سے ملا اور بڑے غور سے اِس قرآن کریم کے طرز تحریر اور حاشیہ بندی کے ساتھ ہر ہر سطر کو گہری نظر سے دیکھا اور اُس کی خطاطی اور خوشنویسی پر حیران رہ گئے اور انہوں نے سوچا کہ اس عظیم فن کاری اور ہنر مندی کا معاوضہ یا صلہ وہم و قیاس میں بھی نہیں آسکتا۔ چنانچہ انہوں نے یہ قرآن کریم اسی کو واپس دیدیا۔

منجملہ دیگر خوشنویسوں کے ابویحییٰ مالک بن دینار، جو اجرت پر قرآن کریم کی کتابت کرتے تھے۔ ان کی وفات ۱۳۰ھ میں ہوئی۔ اور اسی طرح قرآن کریم کی کتابت کرنے والے خوشنویس خوشنام البصری تھے اور دوسرے مہدی الکوفی تھے جو خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں ہوئے ہیں۔ اور ایسے ہی ایک اور خوشنویس ابو صدی الکوفی بھی تھے جو خلیفہ معتصم عباسی کے دور میں بڑے ماہر اور اعلیٰ درجے کے لکھنے والے تھے۔ اور خاص طور پر قرآن کریم بڑی خوبی اور نفاست سے لکھتے تھے ان خوشنویسوں کے بعد ایک اور جماعت خوشنویسوں کی منظر عام پر آئی جن میں ابن اُم شیبان اور مسحور، اور ابوحمیرہ، اور ابن حمیرہ اور ابوالفرج کہ جو ابن ندیم کے زمانے میں موجود تھے۔ اور وہ لوگ کہ جو قرآن کریم کی رسم الخط محقق دمشق اور اسی قسم کی کتابت

کرتے تھے ان کے نام یہ ہیں:۔ ابن ابی حسان اور ابن الحضرمی، اور ابن زید، اور محمد بن یوسف الفریابی اور ابن ابی فاطمہ اور ابن مجالد، اور شراشیر المصری، اور ابن سیر اور ابن حسن الملیح اور حسن بن النعالی اور ابن حدیدہ اور ابو عقیل اور ابو محمد الاصفہانی اور ابو بکر احمد بن نصر، اور ان کا بیٹا ابو الحسن ہوئے ہیں۔

ابن ندیم اور حاجی خلیفہ نے ابو العباس احمد بن محمد بن ثوابہ کے قول سے نقل کیا ہے کہ خلافت بنو امیہ کے زمانے میں جو شخص قرآن کریم کی کتابت میں مشہور اور اپنی خوش خطی کے لئے معروف تھا وہ قطبہ تھا۔ جس نے اپنی ہنرمندی اور طبعی ذہانت سے چار قسم کے رسم الخط نکالے تھے۔ اس کے بعد خلافت بنو عباس کے ابتدائی دور میں اس فن میں ضحاک بن عجلان یکتائے زمانہ ہوا۔ اس نے دل پسند کشش کا اضافہ کر کے فن خوشنویسی کو مزید زیب و زینت بخشی۔ اس کی وفات ۱۵۴ھ میں ہوئی۔

اس کے بعد اسحٰق بن حماد، عباسی خلفا منصور و مہدی کے زمانے میں خوشنویسی کے فن میں مشہور ہوا۔ اور بہت سے طلبہ نے فن خوشنویسی کے فن کی تعلیم اور تکمیل اسی خطاط کے زیر تربیت کی۔ ان شاگردوں اور طلبہ کے نام یہ ہیں:۔ یوسف کاتب (جس کو لوگ لقوہ شاعر کے لقب سے یاد کرتے تھے) اور ابراہیم بن المحسن، جس نے یوسف پر برتری حاصل کی۔ اور شقیر خادم قاسم بن منصور اور ثنا (جو ابن فیوما کی لونڈی تھی) اور عبد الجبار رومی، اور شعرانی اور ابرش اور سلیم (جو جعفر بن یحییٰ کا غلام تھا) او عمرو بن مسعدہ اور احمد بن ابی خالد، اور احمد الکلبی (کاتب خلیفہ مامون عباسی) اور عبداللہ بن شداد اور عثمان بن زیاد العائل، اور محمد بن عبداللہ مدنی اور ابوالفضل صالح بن عبدالملک تمیمی خراسانی وغیرہم ہوئے ہیں۔ یہ سب خطاط بارہ رسوم الخط کے ماہر تھے وہ رسوم الخط یہ ہیں:۔ قلم الجلیل، قلم السجلات، قلم الدیباج، قلم الطومار، الکبیر، قلم الثلثین قلم الزنبور، قلم المفتح، قلم الحرم، قلم العہود، قلم القصص اور قلم الحرباج:۔

اور یہ خوشنویس ان تمام رسوم الخط میں اپنے دلنشیں طرز اور پسندیدہ اسلوب کی بدولت ماہر اور باکمال مشہور تھے۔

جب بنو ہاشم کا دور آیا تو انہوں نے ایک اور رسم الخط نکالا جو "خط عراق" کے نام سے مشہور ہوا اور اس رسم الخط کو ترقی دینے کے لئے اس دور میں پوری توجہ اور کوشش کی گئی۔

لیکن جب مامون عباسی کا دور آیا تو اس نے بھی فن خطاطی کی ترقی و فروغ پر خاص توجہ دی۔ اس کے بعد ایک اور شخص ظاہر ہوا جو احول محرر کے نام سے مشہور تھا۔ اور یہ کتابت و خطاطی کے تمام رموز و نکات سے باخبر اور اس فن میں بڑا ماہر تھا۔ اور یہ کئی قسم کے رسوم الخط کا موجد تھا اور نئی نئی طرز اور اسلوب سے لکھتا تھا اس کے بعد قلم المرصع، اور قلم النسخ اور قلم الریاسی تین طرز تحریر کا اضافہ ہوا جن کا موجد ذوالریاستین فضل

بن سہل ہے۔ اور قلم الرقاع اور قلم غبار الحلیہ، یہ پانچ رسوم الخط اور ظاہر ہوئے اور ان رسوم الخط نے بڑی شہرت حاصل کی۔ ان کے بعد اسحٰق بن ابراہیم تمیمی جن کی کنیت ابوالحسین تھی اور یہ عباسی خاندان کے مقدر اور ممتاز استاد تھے۔ یہ بھی اپنے زمانے میں بہترین کاتب اور مشہور معروف خطاط ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے رسم الخط کے متعلق ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام "تحفۃ الوامق" رکھا۔ اور اسحاق نے یہ کمالات ابن معدان اور اس کے غلام ابواسحٰق ابراہیم التمس سے حاصل کئے تھے اور اس فن کو انھوں نے اپنے عزیزوں اور رشتے داروں میں جاری اور باقی رکھا اور ان کے تمام رشتہ داروں اور اولاد نے فن خطاطی کی ایسی مہارت اور کمال حاصل کیا کہ اپنے معصروں میں سب سے سبقت لے گئے۔ خاص طور پر ان کے بھائی ابوالحسن ان کے قدم بقدم ایسی پیروی کی کہ اس فن لطیف میں باکمال مشہور ہوئے اور اسی طرح ان کے بیٹے ابوالقاسم اسمٰعیل بن اسحٰق بن ابراہیم اور ان کے پوتے ابومحمد القاسم ابن اسمٰعیل بن اسحٰق اور ان کے نواسے ابوالعباس عبداللہ بن ابواسحٰق وغیرہم نے خطاطی کا فن مکمل حاصل کیا۔ اور اس زمانے میں خوشخطی اور کتابت کے رموز ونکات کے لحاظ سے کوئی انکا ہم پلہ نہیں تھا۔

منجملہ خوشنویسوں کے بنو وجہ النعجہ اور ابن منیرؔ اور زنفلطی اور روایدی ہوئے ہیں۔ اور جو وزیر خوشنویسی کے لحاظ سے مشہور تھے ان میں ایک وزیر ابواحمد عباس بن حسن اور دوسرے ابوالحسن علی بن عیسیٰ تھے۔ ان کی وفات ۳۳۴ھ میں ہوئی۔ اور ابوعلی محمد بن علی بن مقلہ جن کی پیدائش عصر کے وقت جمعرات کے دن اکیس شوال ۲۷۲ھ میں ہوئی اور ان کی وفات اتوار کے دن دس شوال ۳۲۸ھ میں ہوئی۔ اور ان کے بھائی ابوعبداللہ الحسن بن علی کی پیدائش فجر کے وقت بدھ کے دن رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو ۲۷۸ھ میں میں ہوئی۔ اور ان کی وفات ماہ ربیع الثانی کو ۳۳۸ھ میں ہوئی۔ ان دونوں بھائیوں نے خوش خطی کے فن کو اعلیٰ درجے تک پہنچایا اور ترقی دی۔ یہ دونوں بھائی سابق خوشنویسوں کی بہ نسبت زیادہ بہتر اور اعلیٰ درجے کے خوش نویس تھے۔ اور ان کی اولاد میں ابومحمد عبداللہ اور ابوالحسن بن علی اور ابواحمد سلیمان بن ابی الحسن اور ابوالحسین بن علی مشہور خطاط ہوئے ہیں۔ اور ان کے خاندان میں ان کی مخصوص طرز کتابت اور عمدہ خطاطی اس درجے تک پہنچی کہ متقدمین سے لیکر متاخرین تک کوئی خوشنویس ان کے درجے کو نہیں پہنچا۔ مصنف "کشف الظنون" لکھتے ہیں کہ ابن مقلہ وہ سب سے پہلے خوشنویس ہیں جو لاجواب خوشنویسی کے موجد ہیں۔ اسی وجہ سے دنیا میں ان کا نام مشہور ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔

ان کے بعد علی بن ہلال جو "ابن البواب" کی کنیت سے مشہور ہیں وہ میدان میں آئے اور انھوں نے رسم خط "بدیع" کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بڑے پسندیدہ اور دلکش انداز سے ترتیب دیا۔ انکی

وفات ۴۱۳ھ میں ہوئی۔ متقدمین میں ایسا کوئی خطاط نظر سے نہیں گزرا جو ان جیسے اسلوب اور آبداری قلم میں ان جیسا گزرا ہو۔ اگرچہ ابن مقلہ اس رسم الخط کے موجد ہیں اور ان کو دوسروں پر جو فضیلت ہے وہ ان کی خوش قلمی کی بدولت ہے لیکن ابن بواب نے اس طرز میں مزید لطافت اور حسن پیدا کیا اور اس طرز کو اپنے مخصوص انداز سے سنوارا اور زینت بخشی ان کے استاد محمد بن اسد الکاتب تھے۔ ابن بواب کے بعد ایک اور خوشنویس ابوالدر ظاہر ہوئے جن کا نام یاقوت بن عبداللہ الموصلی تھا۔ ان کی وفات ۶۱۸ھ میں ہوئی۔ ان کے بعد ایک اور ابوالدر یاقوت بن عبداللہ الرومی الحموی تھے جن کا انتقال ۶۲۶ھ میں ہوا۔ ان کے بعد یاقوت بن یاقوت بن عبداللہ الرومی المستعصمی تھے۔ ان کی وفات ۶۹۸ھ میں ہوئی۔ اور یہی وہ یاقوت مستعصمی ہیں جن کا نام زندہ و باقی ہے۔

ان خوشنویسوں کے بعد متاخرین کے دور میں جو رسوم الخط بہت مشہور ہوئے وہ چھ ہیں: اور وہ یہ ہیں:۔ ثلث، نسخ، تعلیق، ریحان، محقق اور رقاع۔ اور وہ حضرات جو فن خوشنویسی میں اور خاص طور پر مذکورہ چھ رسوم الخط میں مشہور و ممتاز ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:۔ ابن مقلہ، ابن البواب، یاقوت عبداللہ ارغون، عبداللہ صراف، یحیٰی صوفی، شیخ احمد سہروردی، مبارک شاہ سیوفی، مبارک شاہ قطب اور اسد اللہ کرمانی۔ اور بلاد روم میں مشہور خوشنویسوں میں، حمد اللہ بن شیخ اماسی، ان کا بیٹا ددہ چلپی، اور جلال و جمال احمد قرہ حصاری، اور ان کے شاگرد حسن اور عبداللہ اماسی، اور عبداللہ قریمی وغیرہم اچھے خوشنویس ہوئے ہیں۔

ابوالفضل علامی بن مبارک کہتے ہیں کہ بعد کے زمانے میں مولانا عبدالحیٔ جو ابوسعید میرزا کے منشی تھے یہ خط تعلیق میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اور مولانا درویش نے خط تعلیق بڑے اعلیٰ پیمانے تک پہنچایا لیکن ہندوستان کے خوشنویسوں میں اشرف خاں سے بہتر کسی نے نہیں لکھا اور یہ شہنشاہ جلال الدین اکبر غازی کے منشی تھے۔ اور خواجہ عبداللہ الصیرفی اور ملا محی شیرازی اور ملا عبداللہ آشپز ہروی اور ملا ابوبکر، اور ملا شیخ محمود اور خواجہ عبداللہ مروارید نے اس رسم الخط کو اعلیٰ درجے تک پہنچایا۔ چنانچہ ان کی خوشنویسی کی شہرت تمام دنیا میں پھیل گئی۔ اور امیر تیمور گورگانی کے دور میں میر علی تبریزی نے نسخ اور تعلیق (کو ملا کر) نستعلیق کے نام سے ایک نیا رسم الخط ایجاد کیا۔ اور ان کے شاگردوں میں سے دو شخصوں نے اس رسم الخط میں کمال پیدا کیا اور اپنے ہمعصروں میں امتیازی حیثیت حاصل کی۔ ان دونوں شاگردوں کے نام ہیں مولانا جعفر تبریزی اور مولانا اظہر۔ لیکن اس بات سے علامی نے اختلاف کیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ مجھے اس میں اس لئے کلام ہے کیوں کہ امیر تیمور صاحبقران کے زمانے سے پہلے کی لکھی ہوئی تحریریں نظر سے

گزری ہیں اور اُن تحریروں کے لکھنے والے (خط نستعلیق میں) مولانا محمد اُوبھی ہیں اور ان سب سے بہتر مولانا سلطان علی مشہدی ہیں جنہوں نے اس رسم الخط (نستعلیق) کو بلند مقام پر پہنچایا۔ اگرچہ انہوں نے مولانا اظہر سے تعلیم حاصل نہیں کی لیکن انہوں نے مولانا اظہر کے خط سے بہت استفادہ کیا ہے اور فیض حاصل کیا ہے۔ اور مولانا کے شاگردوں میں چھ افراد اس طرز میں بہت مشہور ہوئے ہیں۔ ایک سلطان محمد خنداں، دوسرے سلطان محمد نور، تیسرے مولانا علاء الدین، چوتھے محمد ہروی پانچویں مولانا زین الدین عبدی نیشاپوری اور چھٹے محمد قاسم شاذ اور ان میں سے ہر ایک اپنے مخصوص اور دلکش انداز کی وجہ سے ممتاز ہوا۔

دوسرے مولانا سلطان علی شیر مشہدی، اور مولانا ہجرانی یہ دونوں بھی اس رسم الخط میں اپنا مخصوص مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور ان کے بعد نستعلیق کے خوشنویسوں میں ممتاز ترین بلکہ سرگروہ مولانا میر علی ہروی ہیں۔ اگرچہ یہ بظاہر مولانا زین الدین کے شاگرد تھے لیکن انہوں نے مولانا سلطان علی کے خط سے استفادہ کر کے اور اپنی ذہانت سے اس رسم الخط میں نئی روش نکالی۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ "آپ کے اور مولانا سلطان کے خط میں کیا فرق ہے"؟ تو انہوں نے کہا کہ اگرچہ میں نے بھی اس رسم الخط کو کمال تک پہنچایا ہے لیکن جو نمک" مولانا سلطان علی کے خط میں ہے وہ میرے خط میں نہیں ہے۔ ان کے علاوہ مولانا ملا محمد حسین تبریزی اور میر سید احمد مشہدی، اور ملا حسن علی مشہدی اور مولانا شاہ محمد نیشاپوری، اور میر مُعز کاشی اور مرزا ابراہیم اصفہانی ہیں۔ اور جادو رقم کاتب مولانا محمد حسین کشمیری ہوئے ہیں جو شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر غازی کے مخصوص کاتب تھے۔

اِن کے علاوہ اور خوشنویسوں اور کاتبوں اور خطاطوں میں جو لوگ اپنے زمانے میں مشہور و معروف ہوئے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ مولانا میر عماد قزوینی، مولانا عبدالرشید دیلمی، مولانا میر محمد مومن حسینی عرشی، شاہ عزیز اللہ بخاری، خلیفہ غلام محمد دہلوی اور ہدایت اللہ زریں رقم، اور مولانا میر محمد صالح کشفی، اور میر سید علی خاں تبریزی جواہر رقم وغیرہم ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

ہر صاحبِ دل باشعور انسان جانتا ہے کہ یہ عجیب وغریب مخلوق جس کو "خط" کہتے ہیں۔ ہر زمانے میں ہر گروہ نے اس خط کے نام پر الگ الگ روش اختیار کی اور طرح طرح کے نقوش بنائے۔ جیسے ہندی، یونانی سریانی، قبطی، معقلی، عبری، انگریزی، فرانسیسی، کشمیری، کوفی، حبشی، ریحانی اور روحانی وغیرہ وغیرہ۔

بعض کتابوں میں "عبری" کو حضرت آدمؑ سے نسبت دی گئی ہے۔ اور بعض خط کی ابتدا کو حضرت ادریسؑ سے منسوب کرتے ہیں جو خطِ معقلی کے موجد ہیں۔

قلم کا بیان :۔

یہ بات یاد رکھئے کہ بہترین قلم وہ ہے جو "پختہ" (پکا ہوا) ہو یعنی نہ کچا ہو اور نہ جلا ہوا ہو۔ اور قلم کے پختہ ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اس کا رنگ انتہائی سرخ ہو۔ نہ تو سفید ہو اور نہ سفیدی میں زردی ہو اور نہ سرخی میں سیاہی ہو۔ اور یہ کہ قلم بھاری ہو اور مضبوط ہو۔ اور اس کے اندر کا حصہ سفید ہو۔ اور قلم کے ریشے سیدھے ہوں۔ اگر قلم کے ریشے سیدھے نہ ہوں گے تو وہ قلم کتابت کے لائق نہیں ہے۔ لمبائی قلم کی ۱۶ انگل یا بارہ ۱۲ انگل ہونا چاہئے۔ اور قلم کی موٹائی چھوٹی انگلی کے سر کے برابر ہو۔ اور اگر قلم ہلکا یا کالا ہو تو وہ اچھا نہیں ہے۔ قلم میں چھ باتیں ہونی چاہئیں۔ تین خوبی میں داخل ہیں یعنی سرخ (رنگ)، سخت اور بھاری اور تین باتیں عیب میں داخل ہیں۔ ہلکا، کھردرا، اور کالا۔

خوشنویسوں کا ذکر

ضیاء الحق حسام الدین چلپی، جو مولانا روم کے مرید تھے۔ یہ خط نستعلیق میں اچھی کتابت کرتے تھے۔ اور اپنے زمانے کے خوشنویس اور خطاط تھے۔

سید ذوالفقار۔ یہ سلطان محمد خوارزم شاہ کے زمانے میں شاعر اور خوشنویس تھے۔

خواجہ ہمام۔ یہ شاہزادہ اتابک محمدؒ کے وقت میں علمی فضیلت کے ساتھ خوشنویس بھی تھے (اتابک شاہزادہ وہی ہے جو شیخ سعدیؒ کا ممدوح ہے) اس شاہزادے نے بھی علم و فضل کے ساتھ چند رسوم الخط میں کمال حاصل کیا تھا۔

سیف الدین اسفرنگی۔ یہ صاحب علم اور سخنور تھے۔ اور چند رسوم الخط میں اچھا لکھتے تھے۔ اور چنگیز خاں اور اس کی اولاد کے زمانے میں خط نستعلیق اور خط رقاع رائج ہوئے۔ اور سیف الدین اسفرنگی سلطان سنجر کے زمانے میں خوشنویس ہوئے ہیں۔

نظام الملک۔ وزیر ہمعصر عمر خیام اور حسن بن صباح۔ یہ علم و ہنر کے ساتھ خط نستعلیق و رقاع بڑی خوبی سے لکھتے تھے۔

خواجہ نصیر الدین طوسی۔ یہ علم میں باکمال تھے۔ اور تمام رسوم الخط کے ماہر تھے اور بہت اعلیٰ درجے کے خوشنویس تھے۔ ہلاکو خاں کے زمانے میں ملحدوں کے قلعے فتح کرنا انکا ممتاز کارنامہ ہے۔

سلطان اویس۔ یہ بادشاہ بڑا ہنرمند، لطیف مزاج، خوبصورت، عالم اور شاعر تھا۔ واسطی قلم سے یہ ایسے خوشخط اور دلکش انداز میں قطعات لکھتا تھا کہ اس زمانے کے خوشنویس اور مصور حیران رہ جاتے تھے۔

خواجہ عبد الحی۔ خوشنویسی میں اپنے زمانے کے بہترین خطاط تھے۔ یہ سلطان اویس کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے۔

ملک معز الدین محمد غوری۔ یہ بادشاہ بڑا ہنرمند، قدرشناس، اور زبردست خوشنویس تھا۔ اور جلد لکھنے میں اپنی مثال آپ تھا۔

عبید زاکانی۔ یہ بڑے ہنرمند، فاضل، شاعر اور خوش نویس گزرے ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب

علم معانی و بیان میں لکھ کر اور چند قطعات شاہ ابو اسحٰق کے نام پر موزوں کر کے اور خوشخط لکھ کر یہ چاہا کہ یہ نسخہ اور قطعات بادشاہ کے حضور میں پیش کریں۔ لیکن جب وہ شاہی محل پر پہنچے تو شاہی ملازموں نے ان سے کہا کہ اس وقت ایک مسخرہ آیا ہوا ہے اور شاہ اس کی باتوں میں مشغول ہیں۔ عبید کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی اور دل میں سوچا کہ جب شاہ سے تقرب حاصل کرنے میں مسخرہ پن سہارا بن سکتا ہے اور نکمے لوگوں کو باریابی حاصل ہو سکتی ہے اور علما، اور ہنرمند اور شعرا کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے تو پھر خواہ مخواہ محنت و مشقت کر کے علم حاصل کرنا بیکار ہے۔ چنانچہ یہ سوچکر یہ شاہ ابو اسحٰق کی محفل میں جانے کے بجائے واپس لوٹ آئے۔

آلِ مظفر۔ شیراز اور فارس کے حاکم تھے اور بڑے مستعد اور ہنرمند بادشاہوں میں ان کا شمار تھا۔ یہ خوشنویس بھی تھے اور چند رسوم الخط میں لکھتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک دن سلطان مظفر مکتب میں آئے تو ایک سید زادے کتابت میں مشغول تھے۔ سلطان مظفر نے دریافت کیا کہ "یہ بچہ کس کا بیٹا ہے"؟ لوگوں نے کہا کہ یہ سید عضد کا بیٹا ہے۔ سلطان مظفر نے دیکھا کہ ظاہری حسن جمال کے ساتھ ذہین بھی ہے اور خوش کلام بھی ہے۔ سلطان مظفر نے استاد سے پوچھا کہ "آپ کے مکتب میں کونسا بچہ اچھا لکھتا ہے"؟ استاد نے جواب دیا کہ "یہ سید زادہ جس کا نام سید جلال ہے"۔ چنانچہ سلطان مظفر نے سید جلال کو بلوایا اور کہا کہ "تم لکھو، ہم دیکھیں گے" سید زادے نے فی البدیہہ ایک قطعہ موزوں کر کے خوشخط لکھا اور سلطان کو دیدیا۔ اس قطعے کی خوبی اور سید زادے کی خوش قلمی دیکھ کر سلطان مظفر حیران رہ گیا۔ اور اس نے سید عضد سے کہا کہ یہ بچہ قابل ہے اور اس کو اپنے پاس ملازم رکھ لیا سید عضد سلطان مظفر کے وزیر تھے۔

شاہ منصور۔ بادشاہِ ایران۔ یہ بادشاہ بڑا بہادر اور دبدبے کا فرمانروا تھا اور علم و ہنر میں بھی باکمال تھا یہ سات رسوم الخط میں بڑی خوبی سے لکھتا تھا اور جو کچھ لکھتا تھا وہ بڑا دلچسپ ہوتا تھا۔ یہ بادشاہ خواجہ حافظ شیرازی کا ممدوح ہے۔

خواجہ میر علی تبریزی:۔ انھوں نے نسخ و تعلیق کے امتزاج سے آٹھواں رسم الخط (نستعلیق) ایجاد کیا اگرچہ اس سے پہلے بھی خطاط نستعلیق لکھتے تھے۔ لیکن انھوں نے خط نستعلیق کے قاعدے بنائے اور اس رسم الخط میں نزاکت پیدا کی۔ ان کے شاگردوں میں سے دو نے بڑا نام پیدا کیا۔ ایک مولانا جعفر تبریزی اور دوسرے مولانا اظہر۔ میر علی تبریزی نے امیر تیمور صاحبقران کے زمانے میں بڑی شہرت پائی۔

امیر تیمور کے ہی زمانے میں تین اور ہمنام خوشنویس گزرے ہیں۔ ایک میر علی ہروی، دوسرے ملا میر علی شیرازی اور تیسرے میر علی خراسانی۔ دو تین اور ہمنام خوشنویس امیر تیمور کے زمانے میں گزرے

ہیں - ہرایک کی تحریر دیکھنے میں آئی ہے۔ یہ سب الگ الگ وضع میں اپنے اپنے انداز سے لکھنے والے خوشنویس تھے۔

لیکن امیر تیمور صاحبقران کے زمانے میں سب سے زیادہ شہرت خواجہ میر علی تبریزی نے پائی۔ انھوں نے بہتّر سال، ایک مہینہ اور اٹھارہ دن کی عمر پائی۔

امیر تیمور صاحبقران کے چار بیٹے (جہانگیر سلطان، عمر شیخ سلطان، میراں شاہ گورگان، اور مرزا شاہ رخ) بھی بڑے بہادر، شاعر، خوشنویس اور صاحب علم وہنر ہوئے ہیں۔ اور بادشاہوں میں اس زمانے میں سات رسوم الخط رائج تھے۔

سلطان السلطان احمد بغداد :۔ یہ سلطان اویس جلائر کے بیٹے تھے جو چھ سات رسوم الخط میں لکھتے تھے۔ صاحبقران سے ملاقات سے قبل سلطان احمد نے ایک قطعہ سات رسوم الخط میں لکھ کر صاحبقران کو بھجوایا تھا۔ اس قطعے کے جواب میں صاحبقران کی فرمائش پر میراں شاہ اور شاہزادہ مرزا خلیل نے فوراً ایک قطعہ موزوں کر کے اور خوشخط لکھ کر سلطان احمد بغداد کو بھجوایا

شہزادہ بایسنغرا بن شاہرخ مرزا :۔ خوشنویسی کے علم وہنر میں یہ اپنے ہمعصروں میں بہت ممتاز تھے۔ اور چھ قلم کے ماہر تھے ذاتی ہنرمندی کے ساتھ ہنرمند نوازی میں شہرۂ آفاق تھے۔ ان کے زمانے میں شاعری اور خطاطی کو بڑا فروغ ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چالیس کاتب خوشنویس ان کے کتب خانے میں، کلام اللہ اور عربی، فارسی اور ترکی کتابوں کے لکھنے میں مشغول رہتے تھے۔ اور ان کے دربار کے سربرآوردہ کاتب اور تمام کاتبوں کے افسر مولانا جعفر تبریزی تھے۔ خسرو پرویز کے بعد بایسنغر سلطان کی طرح کسی بادشاہ نے اس شان وشوکت سے حکومت نہیں کی اور نہ ایسی شاندار زندگی گزاری۔ یہ عربی، فارسی اور ترکی میں بہت اچھے شعر لکھتے تھے۔

سلطان ابراہیم :۔ صاحبقران تیمور کے پوتے تھے۔ یہ شاہرخ مرزا کے بیٹے تھے بڑے ذہین، خوشنویس اور شاعر تھے۔ اپنے دور کے ممتاز عالم تھے۔ انھوں نے فارس کے دفتری قوانین اپنے قلم سے لکھے تھے اور عربی اور فارسی دونوں خطوں میں کمال حاصل کیا تھا۔ یہ یاقوت مستعصمی کے خط کی نقل کرتے تھے۔ اور مبصران کے لکھے ہوئے قطعات وغیرہ بڑی خوشی سے خریدتے تھے۔ اس شہزادے نے مولانا شرف الدین علی یزدی کو بلا کر اور کافی دولت خرچ کر کے تاریخ تیموری لکھنے کی فرمائش پر یہ تاریخ لکھی اور اس کا نام "ظفرنامہ" رکھا۔

مولانا کاہی :۔ ان کا نام محمد ہے ترشیز کے علاقے میں ایک گاؤں طرق راوش میں پیدا ہوئے

ہوش سنبھالا تو نیشاپور آ گئے۔ یہ خطاطی اور خوشنویسی میں بڑے کامل اور ماہر تھے۔ اور اسی خوشنویسی کی وجہ سے ان کا تخلص کاتبی ہے۔ مولانا کاتبی آخر عمر میں استرآباد میں مقیم ہو گئے اور وہیں ان کا مزار ہے۔

مولانا سیمی :- یہ چھ خطوں کے ماہر تھے۔ ہر فن میں کمال رکھتے تھے۔ پہلے نیشاپور میں رہے اور اس کے بعد مشہد مقدس میں سکونت اختیار کر لی۔ اور علاء الدولہ شاہزادہ بن بایسنغر کے زمانے میں مولانا سیمی نے ایک دن اور ایک رات میں تین ہزار اشعار لکھے اور یہ سب اشعار خوش قلمی کے ساتھ لکھے۔ مولانا سیمی کے اس معرکے میں مشہد کے، لوگ ان کے پاس موجود رہے اور نقارے اور ڈھول بجاتے رہے۔ اور مولانا اس ایک دن اور ایک رات میں نہ قضائے حاجت کے لئے اٹھے اور نہ کھانا کھایا اور نہ سوئے۔

یحیٰی واسطی :- یہ فن خطاطی میں باکمال مشہور ہیں اور شاعری اور علم فقہ میں یکتائے زمانہ تھے۔ انھوں نے سلطان شاہرخ کے زمانے میں اپنی علمی استعداد کی وجہ سے بڑی شہرت پائی۔ خاص طور سے شاعری اور خطاطی میں بڑے کامل و ماہر تھے۔ انھوں نے چند منظوم کتابیں بھی لکھی ہیں اور اسرار ی اور ضماری (دونوں کتابیں) بھی انہی کی لکھی ہوئی ہیں۔ ان کتابوں میں موصوف نے بزرگوں اور استادوں کے کلام پر تضمین کی ہے۔

مولانا سلطان علی مشہدی :- خط نستعلیق میں یہ اتنے ماہر اور باکمال اور شہرت یافتہ ہیں کہ جس کی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ مشہد میں لوگوں کو تعلیم دینا ان کا مشغلہ تھا۔ بڑے متقی اور پرہیز گار تھے اور شعر بھی کہتے تھے۔ یہ اپنے زمانے میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ اگرچہ ان کے ہمنام اور چند خوشنویس اور خطاط بھی ہوئے ہیں۔ مثلاً سلطان علی قائنی، سلطان علی تبریزی، سلطان علی خراسانی، سلطان علی قزوینی وغیرہ ہم اور ان خوشنویسوں کی تحریریں بھی نظر سے گزری ہیں لیکن سلطان علی مشہدی نے خطاطی کے سلسلے میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس میں قواعد خطاطی قلمبند کئے ہیں۔ جس کی بدولت یہ تمام ہندوستان میں مشرق سے لیکر مغرب تک مشہور و معروف ہیں۔

میر علی الکاتب :- یہ سادات ہرات میں سے ہیں۔ ان کے والد کا نام محمود تھا جو رفیقی تخلص کرتے تھے۔ اور میر علی، سلطان علی کے شاگرد تھے یہ تمام علوم کے ماہر تھے۔ اور عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر و سخن میں بڑا دخل رکھتے تھے۔ یہ بڑے نازک خیال شاعر تھے۔ مجنوں تخلص کرتے تھے تھوڑے دنوں یہ بخارا میں بھی مقیم رہے۔ یہ عبداللہ خاں ازبک کے ساتھ بہت رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ خاں ازبک کے بیٹے مومن خاں کے استاد ہونے کا بھی انھیں شرف حاصل ہے۔ لیکن بخارا کی آب و ہوا انھیں موافق نہیں آئی اور یہ بخارا سے سیر و سیاحت کا بہانہ کر کے نکل پڑے۔ اپنی خوش قلمی

سے انھوں نے خطاطی کے فن میں چار چاند لگا دیئے اور اصول اور صفائی کے لحاظ سے انھوں نے سب سے بہتر لکھا ہے اور حق ادا کیا۔

میر علی جیسا خطاط جس نے خوشنویسی کے اصول بھی بنائے، اور جن کا خط ضرب المثل ہے۔ ان کا ثانی ملنا محال ہے۔ لوگ ہر اچھی چیز کو "قطعہ میر علی" کہنے لگے۔ یہ جو کتاب یا تحریر لکھتے تو اس پر تاریخ اپنی قلم سے ضرور لکھ دیتے تھے۔ جہانگیر بادشاہ نے اپنے شوق سے جو قطعات اور وصلیاں جمع کی تھیں ان میں میر علی کی لکھی ہوئی وصلیاں بھی نظر سے گزریں۔ بہت سے لوگ بزرگوں کے نام لکھ کر لوگوں کو وہم میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

میر علی نے سات رسوم الخط کے قواعد شاہزادہ سلطان مظفر کے لئے نظم میں مرتب کئے تھے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے عطار کی دکان پر بیٹھے ہوئے مفردات کی فرمائش کی۔ چنانچہ اسی وقت قلم بنا کر اسقدر جلد لکھا کہ اول سے آخر تک تمام تحریر کی روشنائی تر تھی۔

وہ اکثر اپنے احباب سے کہا کرتے تھے کہ اگرچہ میرا خط سلطان علی کے خط سے اچھا ہے لیکن جو نمک سلطان علی کے خط میں ہے وہ میرے خط میں نہیں ہے۔ اس منصفانہ خیال کی کیا داد دی جا سکتی ہے جس میں بزرگوں کا احترام کا حق ادا کر دیا۔

داراشکوہ :۔ شاہجہاں بادشاہ کا بیٹا۔ اور عبدالرشید آقا کا شاگرد۔ باوجود شہزادگی کے مشاغل اور علوم و فنون میں انہماک کے شاید ہی کسی نے آقا عبدالرشید کی روش پر اتنا اچھا لکھا ہو جتنا کہ داراشکوہ نے لکھا ہے۔

میر حاجی :۔ آقا عبدالرشید کا منہ بولا بیٹا۔ آقا عبدالرشید اس کا بہت خیال کرتے تھے اور اس کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور یہ اکثر آقا عبدالرشید کے خط کی نقل کرتے رہتے تھے ان کی نقل پر بعض اوقات ایسا لگتا تھا جیسے آقا عبدالرشید کی ہی قلمکاری ہے۔ لیکن تحریر اور تاریخ سے پتہ چلتا تھا کہ یہ میر حاجی کا خط ہے۔

سعیدائے محمد اشرف :۔ یہ آقا عبدالرشید کے شاگرد رشید تھے۔ آقا عبدالرشید کے طرز پر لکھی ہوئی ان کی بہت سی تحریریں نظر سے گزریں۔

مولائی شاعر :۔ یہ بھی آقا عبدالرشید کے شاگرد ہیں۔ یہ خفی اور جلی (باریک اور موٹا) دونوں اپنے استاد کے طرز پر لکھتے تھے۔

چندربھان منشی اور سبح بھان :- یہ دونوں نستعلیق میں آقا عبدالرشید کے شاگرد تھے۔ انھوں نے خط شکستہ کفایت خاں سے حاصل کیا۔ دونوں رسوم الخط میں یہ یکتا گزرے ہیں۔ ان کی مشق کی وصلیاں، قطعات اور کتابت کے نمونے بکثرت نظر سے گزرے ہیں۔

خواجہ نامی :- آقا عبدالرشید کے شاگردوں میں یہ خط نستعلیق لکھنے میں اپنے دور کے تمام خطاطوں میں ممتاز تھے۔ ان کی بہت سی تحریریں کتابت کے نمونے اور ان کے لکھے ہوئے قطعات دیکھنے میں آئے ہیں۔

عبدالرحمن فرمان نویس :- یہ بھی آقا عبدالرشید کے شاگرد تھے۔ ان کے لکھے ہوئے قطعے اور خفی کتابت کے نمونے دیکھنے میں آئے لیکن فرمان کی تحریر میں ان کا زورِ قلم زیادہ نمایاں معلوم ہوتا ہے۔

عبدالرحیم فرمان نویس :- یہ بھی آقا عبدالرشید کے شاگرد ہیں۔ اپنے استاد آقا عبدالرشید کی طرز پر فرمان بہت خوب لکھتے تھے۔ قطعات اور فرمان میں دوسروں کے مقابلے میں ان کے خط میں زیادہ متانت پائی جاتی ہے۔

عبدالکریم :- عبدالرحمن فرمان نویس کے پوتے ہیں۔ ان کا خط اور طرز تحریر بھی بہت دلکش اور دلچسپ ہے۔ ان کی لکھی ہوئی بہت تحریریں نظر سے گزریں اور میرے پاس ان کا بے ساختہ لکھا ہوا قطعہ موجود ہے۔

عبدالکریم قادری :- یہ بھی ایک خوشنویس گزرے ہیں۔ اور ان کی مشق بہت اچھی ہے ان کی لکھی تحریریں کئی نظر سے گزریں۔ عبدالکریم نام کے اور بھی کئی خوشنویس گزرے ہیں۔ محمد شاہ کے دور میں بہت سے مانے ہوئے خوشنویس ہوئے ہیں۔

سید علی خاں :- جواہر رقم الحسینی۔ کہتے ہیں کہ یہ تبریز کے رہنے والے تھے ان کے والد کا نام آقا مقیم ہے جنھوں نے میر عماد کی روش کی بہت مشق کی ہے۔ اور مشق کے چلے کھینچے ہیں۔ خوشنویسی کا ان کو بحد شوق تھا۔ جس کی وجہ سے ان کا خط اس درجے تک پہنچا۔ بادشاہ عالمگیر کے زمانے میں یہ ہندوستان آئے اور بڑی شہرت حاصل کی۔ عالمگیر نے ان کو شاہزادوں کی استادی پر مامور کیا رفتہ رفتہ یہ کتب خانے کی داروغگی کی خدمت سے سرفراز ہوئے۔ اگرچہ ابتدائی دنوں میں ان کا خط آقا کے خط کے مقابلے میں مقبول نہیں ہوا یہ ساری عمر اورنگ زیب کے ساتھ کشمیر اور دکن میں رہے۔ ایک دن کسی نے ان کے قلمدان بردار سے دریافت کیا کہ خان کس خطاط کے خط کی مشق کرتے ہیں۔ تو قلمدان بردار نے بتایا کہ ایک دن تو یہ میر عماد کے خط کی مشق کرتے ہیں اور ایک دن آقا عبدالرشید دیلمی کے خط کی مشق کرتے ہیں۔ یہ آقا سے بڑی محبت کرتے تھے اور آقا کا بڑا احترام اور تعظیم کرتے تھے۔

اور دونوں کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ اور دونوں ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ کہتے ہیں عارضۂ جنون میں مبتلا ہوئے اور اسی مرض میں ان کا دکن میں انتقال ہوا۔ اور ان کی نعش دکن سے دہلی لاکر یہاں دفن کیا گیا۔

شمس الدین علی خاں :- ان کا بیٹا بھی "جواہر رقم" کے خطاب سے مشہور ہے۔ لیکن خط میں اپنے والد کے شاگردوں کے برابر نہ ہو سکا۔ چنانچہ اس کی تحریریں اور خطاطی کے نمونے میرے پاس موجود ہیں۔

ھدایت اللہ زریں رقم :- کہتے ہیں کہ ابتدا میں یہ محمد حسین کشمیری کی طرز پر مشق کرتے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے سید علی خاں جواہر رقم سے یہ فن حاصل کیا۔ رات دن مسلسل مشق کر کے اپنا خط کمال کی حد تک پہنچا دیا۔ رفتہ رفتہ یہ عالمگیر کے کتب خانے کے داروغہ ہو گئے۔ اور بادشاہ کی فرمائش کے مطابق اکثر دیوانِ حافظ "خطِ خفی" میں لکھتے رہتے تھے اور یہ شاہزادہ کام بخش وغیرہ کی استادی کے منصب پر بھی فائز رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو قطعات ہدایت اللہ زریں رقم کے لکھے ہوئے نظر سے گزرے ہیں وہ جواہر رقم خاں سے بہتر ہیں۔ یہ کہنا چاہیے کہ یہ اپنی مشاقی سے استاد سے بھی بازی لے گئے۔ لیکن یہ خود کو ہمیشہ کمترین سمجھتے تھے کبھی غرور و تکبر کے الفاظ ان کی زبان سے نہیں نکلے۔

اسی زمانے میں اکثر شاہزادوں اور محمد اعظم شاہ کے بیٹوں نے اور ان کے دیگر شاگردوں نے بہت خوب لکھا ہے۔

ھدایت اللہ لاھوری :- یہ بڑے زبردست خوشنویس گزرے ہیں۔ اور میر عماد کی طرز پر بہت حسین اسلوب سے دلچسپ لکھتے تھے۔ دو نیک اور خوشنویس ہدایت اللہ نام کے گزرے ہیں جو خوشنویسی میں مشہور تھے اور ان کی خوشنویسی کے نمونے بھی نظر سے گزرے ہیں۔

میر محمد باقر :- یہ عالمگیر خوشنویس ہیں۔ ان کا خط بڑا شیریں، بیحد دلچسپ اور پائدار نظر سے گزرا۔ اور بادشاہ کو میر باقر کا خط بہت پسند آیا۔ چنانچہ اکثر رقعوں میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور شہزادہ والاجاہ وغیرہ کی استادی کے منصب سے ان کو سرفراز فرمایا۔

محمد زاھد :- بڑے زبردست مشاق خوشنویس ہوئے ہیں۔ یہ عالمگیر کے دور کے آخر میں ہوئے ہیں۔ یہ جو کچھ لکھتے تھے بڑی متانت اور شیرینی سے لکھتے تھے یہ فن مصوری میں بھی بڑے ماہر تھے۔

حاجی نامدار :- یہ بھی بڑے نامی خوشنویس ہیں۔ ان کے اکثر قطعات خطِ خفی میں آقا کی طرز

پرلکھے ہوئے دیکھے ہیں۔ یہ بڑے مشاق تھے انھوں نے جو کچھ لکھا وہ اچھی وضع اور شایستہ طریقے سے لکھا۔ یہ فرخ سیر کے دور میں ہوئے ہیں۔ یہ اکثر شاہزادوں کو اصلاح دیتے تھے بڑے مشہور استاد ہوئے ہیں۔

محمد افضل الحسینی :۔ یہ نامی خوشنویسوں میں سے ہیں۔ لیکن ان کی اکثر تحریریں جواہر رقم اور ہدایت اللہ کے طرز کی ہیں۔ کہتے ہیں کہ نواب قمرالدین خاں کی سرکار میں ابتداءً میر منو کی استادی کا انھیں شرف حاصل ہوا۔ ان کے لکھے ہوئے بہت سے قطعے اور کتبے نظر سے گزرے ہیں۔

محمد افضل القریشی :۔ زبردست خوشنویس ہوئے ہیں۔ ان کے اکثر قطعات کا طرز تحریر آقا عبدالرشید جیسا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت اچھا لکھتے تھے ان کی بہت سی تحریریں دیکھنے میں آئی ہیں۔

محمد افضل لاہوری نامی قادری :۔ ان بزرگوار کی تحریریں ان کے تمام ہمنام خطاطوں پر ترجیح رکھتی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی مشق آقا عبدالرشید کے درجے تک پہنچا دی تھی۔ محمد شاہ بادشاہ کے دور میں لوگ ان کو آقائے ثانی کہتے تھے۔

محمد مقیم :۔ مشہور خوشنویس ہوئے ہیں۔ خط خفی کی کتابت بہت اچھی کرتے تھے اور ان کے کئی شاگرد زبردست خوشنویس ہوئے ہیں۔ "کالی مسجد" دہلی میں رہتے تھے۔ بہت لوگوں کو انکی ذات سے فیض پہنچا۔ انھوں نے زیادہ تر میر عماد کی طرز پر لکھا ہے۔

محمد اسلم :۔ یہ بڑے متقی اور عبادت گزار تھے۔ خط نستعلیق کے خوشنویس تھے ان کی مشق کی تحریریں اور ان کے دستخطی قطعات دیکھنے میں آئے ہیں۔ یہ بہت اچھی طرز سے لکھتے تھے۔ اور آقا رشید جیسی طرز پر لکھتے تھے۔ ان کے خط میں متانت اور شیرینی جھلکتی تھی۔

میر محمد موسیٰ :۔ صحیح النسب سید تھے۔ اور سرہند کے رہنے والے تھے۔ مشہور خوشنویس تھے۔ میر عماد کی طرز پر لکھتے تھے۔ قطعہ بھی بہت اچھا لکھتے تھے اور بہت اچھی کتابت کرتے تھے۔ محمد شاہ کے دور میں درباری خوشنویسوں میں شامل تھے۔ اور یہ سدھ رائے دیوان خالصہ کے استاد بھی تھے۔

میر محمد عطا حسین خان :۔ "تحسین" تخلص کرتے تھے اور "مرصع رقم" کے خطاب سے یاد کئے جاتے تھے۔ یہ محمد باقر طغری نویس کے بیٹے تھے جو ہندوستان میں مشہور ہیں۔ انھوں نے نواب شجاع الدولہ بہادر کی فرمائش پر "قصۂ چہار درویش" ریختہ ہندی میں بڑی رنگین عبارت اور متانت

کے ساتھ تصنیف کیا تھا۔ اور خط نستعلیق اور نسخ اور شفیعہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی تحریریں بہت سی نظر سے گزری ہیں۔

سید اعجاز رقم خان :۔ بڑے زبردست خوشنویس باکمال خطاط روشن قلم کاتب اور لطافت و اہلیت میں ممتاز تھے۔ ان کے مفردات اور مرکبات لکھنؤ میں بہت دیکھنے میں آئے۔ حقیقتاً یہ بڑے باکمال کاتب تھے۔ ان کے یہاں آقا عبدالرشید کے لکھے ہوئے قطعات اور مشقی تحریریں بہت سی دیکھنے میں آئیں یہ خود بھی آقا عبدالرشید کی طرز پر جدید شیریں اور دلچسپ لکھتے تھے۔

خلیفہ سلطان :۔ یہ شیخ نور کے شاگرد ہیں۔ یہ بڑے مشاق کاتب تھے۔ انھوں نے دن رات مسلسل مشق اور دماغ سوزی سے اپنا خط حد کمال تک پہنچا دیا تھا۔ اکثر لطف اللہ خاں صادق کی مسجد میں رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کے حالات بدلے اور آخر عمر میں افراسیاب خاں کے خسر بن جانے پر پریشانیاں، خوشحالی میں بدل گئیں۔ اور حالات سازگار ہو گئے اور عمر کے آخری حصے میں بڑے عیش و عشرت کی زندگی گزاری۔ نواب کے عملے کے ساتھ دہلی سے علی گڈھ آکر رہنے لگے اور یہیں وفات پائی۔

شاہ اعزالدین :۔ ابتدائی عمر میں بڑے رنگین مزاج تھے۔ اور آخری عمر میں ترک دنیا کر کے شاہ ناصر صاحب کے مرید ہو گئے۔ شاہ ناصر صاحب کے فیض صحبت سے یہ بڑے اللہ والے ہو گئے۔ یہ خط جلی نستعلیق کا آقا کی طرز پر لکھتے تھے۔ اور رسائل کے مطالعے سے معلومات میں اضافہ کر لیا تھا جس کی وجہ سے خوشنویسی کے فن کی باریکیوں سے بخوبی آشنا اور واقف تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آقا عبدالرشید کی ایک بیاض جس میں مشق کے بہت سے نمونے تھے اور ان کے لکھے ہوئے بہت سے قطعات معمولی قیمت میں ان کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ اسی وجہ سے انھوں نے ان کو سامنے رکھ کر مشق کی اور بڑی شہرت حاصل کی۔ اکثر اچھے لوگوں کو شاگرد بناتے تھے۔ لیکن مجھے باوجود انتہائی تلاش کے شاہ اعزالدین کا لکھا ہوا صرف ایک قطعہ مل سکا۔ لیکن ان کی خط خفی و جلی میں مشق کی وصلیاں ان کے شاگرد رشید خوشوقت رائے ڈانگی کے مکان پر دیکھنے میں آئیں۔

محمد عابد :۔ یہ خوشنویس بھی تھے اور بڑے بااخلاق تھے۔ یہ شاہ اعزالدین کے شاگرد تھے۔ مجھ سے بہت محبت و خلوص رکھتے تھے۔

نجم الدین :۔ شاہ اعزالدین کے شاگردوں میں یہ بھی بڑے زبردست اور باکمال خوشنویس تھے۔

شیخ نور اللہ :۔ یہ خوشنویسی میں عبدالرحیم کے شاگرد تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں حافظ نور وغیرہ نے انہی بزرگ سے فیض حاصل کیا۔ یہ اس فن کے پیشوا تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ ان کی مشق وکتابت وغیرہ میں پہلے کے کاتبوں سے زیادہ متانت وشیرینی نمایاں نظر آتی ہے

حافظ نور اللہ :۔ یہ بڑے باکمال خوشنویس گزرے ہیں۔ آقا عبدالرشید کی روش پر انھوں نے جتنا اچھا لکھا ہے وہ کسی اور نے نہیں لکھا۔ مجھے غلام قادر کے زمانے کے بعد آصف الدولہ بہادر کے عہد میں لکھنؤ میں ان بزرگوار سے نیاز حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ایک مرتبہ میں فیض علی بن مولوی طالب کے ساتھ ان کے مکان پر گیا تو بڑی گرمجوشی سے پیش آئے۔ جن تحریروں کے بارے میں اب تک میں سنتا رہا تھا وہ سب میں نے بے تکلف دیکھیں۔ حافظ نور اللہ بڑے با اخلاق، متواضع، منکسر مزاج، حق پسند اور انصاف آشنا تھے اور تکبر وغرور سے بہت دور تھے۔ بہرحال انھوں نے مجھے بہت نوازا اور بڑی آؤ بھگت کی اور اپنے لکھے ہوئے قطعات اور مشقی تحریریں مجھے دکھائیں۔ اور اس زمانے میں وہ "ہفت بند" ملا حسن کاشی کی نقل آقا کی طرز پر آصف الدولہ بہادر کی فرمائش پر کر رہے تھے۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ کیسی جادو نگاری اس میں تھی۔ تحریر کیا تھی گویا باغ وبہار تھی جس سے دیکھنے والے کو سیری ہی نہیں ہوتی تھی۔ اور دل چاہتا تھا کہ دیکھے ہی جائے۔ میں بہت دیر تک اس کو دیکھتا رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بزرگ باوجود صاحب کمال ہونے کے بالکل مغرور نہیں تھے۔ اور بڑے شیریں کلام، خوش گفتار اور بے نظیر اخلاق کے مالک تھے۔ بہت دیر تک شاہجہاں آباد (دہلی) کا تذکرہ ہوتا رہا اور وہ حفیظ خاں، میر کلن اور حکیم میر محمد حسین وغیرہ کے حالات دریافت کرتے رہے۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ آقا کی تحریریں اپنے ساتھ لائے ہیں۔ ذرا ہمیں بھی دکھایئے اور ہماری آنکھوں کی روشنی بڑھایئے۔ میں نے عرض کیا کہ بہت خوب انشاء اللہ دکھاؤنگا اور اس کے بعد میں رخصت ہوا۔ اس کے بعد دوبارہ حافظ جیو کے کہنے پر میں شرح لقمان حکیم جس پر آقا عبدالرشید کے دستخط تھے وہ لیکر ان کے دولت خانے پر گیا۔ حافظ صاحب یہ خفی وجلی تحریر دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ دوپہر تک آقا کے خط کا مطالعہ کرتے رہے اور پھر اپنے دولت خانے سے عمدہ تحریریں اور ایک سند لاکر مجھے دکھائی۔ اس وقت حافظ صاحب کے شاگردوں میں سے لالہ سرب سنگھ اور میاں وجیہ اللہ موجود تھے۔

حافظ خورشید :۔ حافظ نور کے بھائی۔ یہ خط نستعلیق میر عماد کی طرز پر بہت اچھا لکھتے تھے۔ لکھنؤ میں مجھ سے بڑے اخلاق سے پیش آئے تھے۔

مرزا محمد علی بن مرزا خیر اللہ فرمان نویس :۔ یہ مانے ہوئے استاد ہیں۔ یہ بھی لکھنؤ میں مجھ سے بہت اخلاق سے پیش آتے تھے۔ خفی و جلی دونوں بہترین لکھتے تھے۔ آقا عبدالرشید کے طرز پر لکھنے والوں میں یکتا تھے۔ بہت عرصے تک عماد الملک کے دربار سے وابستہ رہے اور چند روز فرخ آباد میں بھی رہے۔ میری ملاقات ان سے آصف الدولہ بہادر کے زمانے میں لکھنؤ میں ہوئی تھی مجھے ہمیشہ سے ہی اساتذہ کے خطوط دیکھنے کا شوق رہا ہے۔

ایک دن قاضی نعمت اللہ صاحب کے کہنے پر (جو رشید مرزا کے شاگرد تھے) ان صاحب کمال بزرگ کے مکان پر گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک نورانی صورت، فرشتہ سیرت، سراپا اخلاق ہستی میرے سامنے تھی۔ پہلی ہی ملاقات کے موقعہ پر بڑے تپاک اور گرمجوشی و مہربانی سے پیش آئے۔ کچھ دیر تو دہلی اور دہلی کے احباب کے بارے میں بات چیت ہوتی رہی اس کے بعد وہ اپنی نئی پرانی تمام تحریریں لے آئے۔ بہت دیر تک میں ان تحریروں کو دیکھتا رہا۔ پند نامہ (عطار) اور گلستان (سعدی) جو انھوں نے وزیر علی خاں کی فرمائش پر سنہری اور رنگین حاشیوں کے ساتھ لکھی تھیں ان کو دیکھ کر میں بہت لطف اندوز ہوا۔ ان کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ مرزا صاحب نے اپنی ساری قوت تحریر اور صنعت کاری ان پر صرف کر دی تھی۔ اور ان میں ترکیب، کرسی، دائرے اور کششوں کا خاص اہتمام اور لحاظ رکھا تھا اور ان دنوں مرزا صاحب خط نستعلیق کی اصلاح کیلئے مرزا وزیر علی خاں کی استادی پر مامور تھے۔ چند روز بعد میرے ہی سامنے ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے شاگردوں میں قاضی نعمت اللہ اور خلیفہ بخش اللہ اور میر نثار علی بہت اچھا لکھتے تھے۔

مرزا محمد علی حکاک مہرکن :۔ یہ مرزا محمد علی بن مرزا خیر اللہ کے شاگرد ہیں۔ خوش وضع اور خوش گفتار آدمی تھے۔ علم و ہنر میں بہت دخل تھا۔ اور اس زمانے میں "مہر کنی" کے فن میں بے مثال تھے۔ قدر دانوں کی نظر میں ان کا "مہر پرکندہ" ایک ایک حرف لعل، زمرد اور یاقوت کی حیثیت رکھتا تھا اور آنکھوں کو نور حاصل ہوتا تھا۔ مہر کنی کے علاوہ خط جلی میں قطعہ بھی بہت اچھا لکھتے تھے۔ اور خط ہندی، خط نسخ، ریحان اور ثلث بھی خوب لکھتے تھے۔

مقبول نبی خاں :۔ انعام اللہ خاں یقین (شاعر) کے بیٹے تھے یہ بڑے متقی اور پرہیزگار آدمی تھے۔ بڑے بردبار اور بہت نکوکار تھے خط نستعلیق کے بڑے ماہر تھے۔ انھوں نے اپنے بعد کئی قلمی کتابیں بطور یادگار چھوڑیں۔

حافظ محمد علی :۔ دربار شاہی کے پرانے خوشنویس تھے خط نستعلیق آقا عبدالرشید

کی طرز پر خوب لکھتے تھے۔ یہ خط نسخ بھی لکھتے تھے۔ اور مرزا جواں بخت بہادر کے اساتذہ کے زمرے میں ان کا بھی شمار تھا۔

حافظ عبدالغنی ۔ حافظ محمد علی کے بیٹے تھے۔ خط نسخ و نستعلیق میں اپنے والد جیسا لکھتے تھے۔ بنارس میں، حسینہ بیگم کی ریاست میں مرزا خرم وغیرہ مرزا جواں بخت کے بیٹوں کے مدتوں استاد رہے۔ اور بیگم کی عنایت و سرپرستی کی بدولت بڑی شان و شوکت حاصل کی۔

حافظ ابراہیم :۔ بڑے خلیق، متقی اور پرہیزگار آدمی تھے۔ بڑی تیہریں اور دلچسپ کتابت کرتے تھے۔ اور مرشد زادوں کے استاد بھی تھے۔

حافظ بقاءاللہ ۔ حافظ ابراہیم کے بیٹے تھے۔ یہ بڑے ہی خلیق اور بہت ہی خوبیوں کے آدمی تھے خط نسخ و نستعلیق میں اپنے والد کے ہم پلہ تھے۔ اپنے خاندان میں خوش اخلاقی کے لحاظ سے یکتا آدمی تھے۔ قلعۂ مبارک میں یہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح شہزادگان کی استادی پر مامور رہے۔

مولوی محمد خلیل :۔ یہ بزرگ اچھے خطاط، صاحب علم و فضل، عبادت گزار اور اگلے وقت کے لوگوں کی طرح متقی اور پرہیزگار تھے۔ ان کا وطن چارکلیانہ چرخی دادری تھا۔ خط نستعلیق آقا عبدالرشید کی طرز پر لکھتے تھے اور بہت مشق کرتے تھے۔ زندگی کی آخری سانس تک ان کی مشق نائغہ نہیں ہوئی۔ مرزا فرخندہ بخت بہادر کے استاد تھے۔

حکیم میر محمد حسینی :۔ ایک ممتاز خاندان کے فرد تھے۔ نہایت با اخلاق، متواضع، خوش گفتار، اور با صلاحیت آدمی تھے۔ ابتدا میں انھوں نے خط نستعلیق خلیفہ سلطان سے حاصل کیا۔ پھر رفتہ رفتہ آقا عبدالرشید کے طرز کی مشق کر کے اپنا خط کمال کی حد تک پہنچا دیا۔ اور آقا عبدالرشید کی تحریریں تلاش کر کر کے کافی جمع کر رکھی تھیں۔ اور خط نسخ میں یہ قاضی عصمت اللہ خاں کے خاص شاگرد تھے۔ انھوں نے بہت سے سیپارے اور جسورے قاضی صاحب کی طرز پر بہت عمدہ لکھے۔ علم موسیقی اور شاعری میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ستار بہت اچھا بجاتے تھے۔ ان کے خاص دوست مولوی فخرالدین تھے۔ آخر عمر میں تارک الدنیا ہو گئے۔

میر ابوالحسن عرف میر کلن :۔ یہ صحیح النسب سید تھے۔ اور سادات رضویہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے کئی بزرگ دلی ہوئے ہیں۔ دو تین پشتوں سے یہ شاہجہاں آباد میں رہتے تھے۔ بڑے اچھے خوشنویس تھے۔ خط نستعلیق میں محمد حفیظ خاں کے شاگرد تھے۔ یہ آقا عبدالرشید کی طرز پر بہت اچھا لکھتے تھے۔ کافی عرصے تک نواب عبدالاحد خاں کی مصاحبت

میں رہے۔ انھوں نے کتابت کے انبار لگا دیے۔ اِن کی مشق و کتابت کی کثرت اور قواعد خوشنویسی کی رعایت کے بارے میں کیا بیان کروں۔ اگر بے تکلف سچ بات کہتا ہوں تو جھوٹ معلوم ہوگی۔ آخر عمر میں شاہی خوشنویسوں میں شامل ہوگئے تھے اور اپنے بعد اپنی تحریریں بطور یادگار چھوڑ گئے۔

میر محمد حسین :۔ خلف الرشید میر کلن۔ بڑے با اخلاق، نیک کردار، علم و ہنر سے آراستہ و پیراستہ۔ خوشنویسی میں اپنے والد کے برابر تھے۔ تھوڑے دنوں لکھنؤ میں مرشد زادہ مرزا سلیمان شکوہ بہادر کے یہاں میر منشی رہے۔

غلام علی خاں :۔ مشہور خوشنویس تھے۔ پرانے شاہی خوشنویس تھے۔ بڑے خوش کلام اور خوش پوش تھے۔ علم مجلسی کے بڑے ماہر تھے۔ شعر، دوہے، گیت اور گفتگو کے انداز میں یکتا تھے ان کے اخلاق کی شیرینی شہد و شکر پر فوقیت رکھتی تھی۔

سید محمد امیر رضوی :۔ صاحب میر کے صاحبزادے صحیح النسب عالی خاندان کے سید تھے۔ یہ بڑے مہذب، با اخلاق، شائستہ اطوار، خوش طبع شیریں زبان، یار باش، اور نیک نہاد تھے۔ اور پنجہ کشی، کشتی، بانک، مصوری، نقاشی لوح و جدول نگاری، صحافی، علاقہ بندی، اور سنگتراشی وغیرہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ان سے میری ملاقات جنرل براؤن صاحب کے زمانے میں ہوئی یہ خط نستعلیق قدما کی طرز پر لکھتے تھے۔ ان سے میری کئی ملاقاتیں ہوئیں اور جب تعلقات بڑھے تو میرے گھر پر بھی کئی بار تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ یہ سید صاحب بڑے باکمال اور ذہین تھے میں نے ان کو آقا عبدالرشید کی طرز پر لکھنے کی ترغیب دی۔ اور اس زمانے میں کوئی آقا عبدالرشید کی تحریریں دیکھنے تک کو نہیں دیتا تھا اور اعتبار نہیں کرتا تھا۔ لیکن میں نے ان کو آقا عبدالرشید کی تحریریں دکھائیں بلکہ بعض اوقات ان کی خواہش پر میں نے آقا عبدالرشید کی تحریریں نقل کرنے کے لئے ان کو دیں۔ اور میں نے کبھی پس و پیش نہیں کیا۔ خدا کے فضل سے تھوڑے ہی دنوں میں رات دن مشق کی بدولت ان کا خط چمک اٹھا اور رفتہ رفتہ ان کا شمار اچھے خوشنویسوں، بلکہ استادوں میں ہونے لگا۔ یہ جو کچھ لکھتے رہے وہ سب آقا عبدالرشید کی طرز اور روش پر لکھتے رہے۔ اور ان کی مشق کی تحریروں اور قطعات وغیرہ نے امتیازی حیثیت حاصل کی۔ جن میں سے کچھ میرے پاس بھی موجود ہیں۔ یہ ایسا بھی کرتے تھے کہ قطعے اور مشقی تحریریں معمولی قیمت میں خرید کر اپنی دستکاری سے اس پر سنہری نقش و نگار بنا کر چار چاند لگا دیتے تھے۔ اور یہ بھی کرتے تھے کہ آقا عبدالرشید کی کسی تحریر کی خود ہی نقل کرکے اور اس پر آقا عبدالرشید کا نام لکھ کر آقا

کی تحریروں کے شائقین کو فروخت کر دیتے تھے۔ اور کثرتِ مشق کی وجہ سے انھوں نے اپنا خط اس مرتبے تک پہنچا دیا تھا کہ ان کی نقل اور آقا عبدالرشید کی اصل تحریر پر بعد غور کرنے کے بعد ہی فرق کیا جاسکتا تھا۔ چند برسوں سے یہ آقا عبدالرشید کے عرس بھی ماہ محرم میں کرتے رہے جس میں دہلی (شاہجہاں آباد) کے استاد اور خوشنویس شرکت کرتے تھے۔ اور اس عرس کی بدولت ایک دوسرے سے ملنے کا موقعہ مل جاتا تھا۔ مجھ سے ان کے بڑے پرخلوص تعلقات رہے۔ اور غائب و حاضر، زبان و دل سے ہمارا رشتۂ دوستی و اتحاد قائم رہا۔

آغا میرزا :۔ جوان صالح اور مرد سعادتمند تھے۔ یہ سید امیر رضوی کے شاگرد رشید تھے۔ یہ بڑے معقول، سلیم الطبع، خلیق، بردبار، متواضع آدمی تھے۔ ہر شخص سے خلوص اور اخلاق سے پیش آتے تھے۔ انھوں نے خط نستعلیق میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ اور قریب قریب استاد کے برابر تھے۔ انھوں نے آقا عبدالرشید کی طرز پر بڑی مشق کی تھی۔ مجھ سے ہمیشہ یہ بڑے خلوص و محبت سے پیش آتے تھے۔

میرزا عباد اللہ بیگ :۔ میرزا عبداللہ بیگ کے بیٹے تھے۔ یہ سید امیر رضوی کے شاگرد تھے۔ انھوں نے بچپن ہی سے بڑی سعادتمندی کے ساتھ استاد کی خدمت کی اور استاد نے بھی خط نستعلیق کے قواعد ان کو بڑی توجہ سے بتائے اور ان کی خدمت گذاری کی وجہ سے اپنے تمام شاگردوں میں ان کو امتیازی حیثیت دی۔ یہ آغا میرزا کے ہم پلہ تھے اور مانے ہوئے خوشنویس تھے۔ اور شاہی خوش نویس کی حیثیت سے "زمرد رقم" کے خطاب سے سرفراز تھے۔

مولا دی صاحب :۔ بڑے پاکباز، باصلاحیت، خوشخصال اور نکوکار تھے۔ ابتدائی عمر میں ان کو خط نستعلیق کا بہت شوق تھا۔ رفتہ رفتہ آقا عبدالرشید کے طرز تحریر کو انھوں نے کمال کے درجے تک پہنچا دیا۔ یہ آقا کی پیروی بڑی لگن اور محنت سے کرتے تھے۔ کثرتِ مشق کی بدولت انھوں نے نقل کو اصل سے ملا دیا تھا۔ ایک عرصے تک یہ مرشد زادہ میرزا معظم بخت بہادر کی استادی پر مامور و سرفراز رہے اور ان کو شاہی خطاب "آقائے ثانی" کا دیا گیا۔

محمد جان بن میاں محمد عاشوری :۔ شاہی ملازم۔ جوان صالح، خوش اخلاق، بردبار، پسندیدہ اطوار، اور خط نستعلیق کے اچھے خطاط۔ یہ میر کلن کے شاگرد رشید ہیں۔ انھوں نے اپنے استاد کی طرز کو کمال کی حد تک پہنچا دیا۔ اور کثرت مشق کی وجہ سے اپنے ہمعصروں کے مدمقابل تھے۔ مجھ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اور صیغۂ خوشنویسی میں میرزا ابوظفر ولیعہد بہادر کی ملازمت سے

سرفراز تھے۔

بدرالدین علی خاں :۔ جن کو "مرصع رقم" کا خطاب حاصل تھا۔ بڑے سمجھدار اور سوجھ بوجھ کے آدمی تھے۔ اور بید سلیم الطبع اور مروت کے مالک تھے۔ ہر ایک چھوٹے بڑے سے اخلاق سے پیش آتے تھے۔ اور ان کو ہر خط کی خوشنویسی میں مہارت حاصل تھی۔ اور مُہر کنی کے فن میں یکتا تھے۔ اور مُہر کنی میں نستعلیق، نسخ، شستری اور انگریزی وغیرہ میں بڑا شائستہ انداز تھا۔ اپنی ہنرمندی اور ذہانت سے نئے اسلوب اور نئی ترکیب کے ساتھ ایسی کرسی بندی کرتے تھے کہ دیکھنے والا حیرت میں رہ جاتا تھا۔ اور حاسدان کی ایجاد و اختراع اور کارگری کو دیکھ کر چکرا جاتے تھے۔ یہ محض ان پر خدا کا فضل اور کرم تھا۔ یہ شیخ محمد یار کے شاگرد تھے۔ جو ان کے نانا تھے۔ ابتدائی عمر میں یہ بازار دریبہ کلاں دہلی میں اپنے مکان پر بیٹھ کر ہی مُہر کنی کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ انھوں نے بغیر کسی کی مدد کے صرف اپنی ذہانت اور طبعی جدت وجودت کے سہارے اس فن کو کمال کی حد تک پہنچا دیا تھا۔ اس زمانے میں آس پاس کے مقامات پر ان کا کوئی ہمسر اور ہم پلہ نہیں تھا۔ باوجود عزت وعیش وعشرت اور خوشحالی و فارغ البالی کے اپنے برابر والوں میں کبھی غرور وتکبر کی کوئی بات نہیں کی۔ اور خوشنویسوں کی تحریروں خصوصاً آقا عبدالرشید دیلمی کی خریداری پر انھوں نے بڑی دولت خرچ کی۔ اور یہ (غائبانہ) آقا عبدالرشید کو اپنا استاد مانتے تھے۔ بہرحال یہ بےنظیر آدمی تھے۔

خواجہ غلام نقشبند خاں :۔ خواجہ یوسف کے بیٹے تھے۔ یہ خط نستعلیق، شکستہ اور شفیعہ میں یگانۂ زمانہ تھے۔ یہ فیض اللہ بیگ خاں کے داماد تھے اپنی آزاد مزاجی کی وجہ سے ترکِ دنیا کر کے یادِ حق میں مشغول ہو گئے۔

میر سوز تخلص اور محمد میر نام تھا :۔ یہ علاوہ درویشی اور شاعری کے خط نستعلیق اور خاص طور پر خط شفیعہ لکھنے اور اشعار پڑھنے کے انداز میں بڑے مشہور اور یکتائے زمانہ تھے۔ صوفیانہ مذاق ومسلک کے آدمی تھے اور بڑے ظریف الطبع تھے۔

عمادالملک غازی الدین خاں :۔ باوجود عہدۂ وزارت کی ذمہ داریوں اور امور سلطنت کی مصروفیت کے یہ عربی وفارسی، شعر وسخن اور ہفت قلمی اور ہفت زبانی میں شہرۂ آفاق تھے۔ یہ خط نستعلیق میرزا محمد علی کے طرز پر اور خط نسخ یاقوت کی روش پر لکھتے تھے اور خط شفیعہ بھی خوب لکھتے تھے

میرزا ارجمند۔ اعلیٰ خاندان کے فرد تھے۔ بڑے قابل اور کامل آدمی تھے۔ یہ میرزا ارجمند خاں

مغلیوریہ کے پوتے تھے۔ یہ بڑے دانشور، باہمت، خوشنویس منشی، شاعر، اور ممتاز مصور تھے۔ تھوڑے دنوں نواب عماد الملک کی منشی گری پر ممتاز رہے۔ خط شفیعہ کئی انداز سے لکھتے تھے۔ آخر عمر میں مرزا فتح علی خاں (جو لسنت خاں کے بھتیجے تھے) ان کے پاس سکونت اختیار کر لی تھی۔

مولانا خواجہ عبداللہ۔ "مروارید رقم"۔ خواجہ شمس الحق والدین محمد مروارید کے بیٹے تھے۔ یہ برسوں تک بادشاہوں کے وزیر اور سربرآوردہ رئیس، اور ممتاز شرفا کی طرح زندگی گزارتے رہے یہ فاضل بزرگ باوجود فضیلت واستعداد کے اپنی خطاطی اور خوشنویسی میں بے مثال تھے۔ قانون دانی میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا۔ اسی وجہ سے سلطان محمد حسین مظفر بادشاہ نے ایسے فاضل خوشنویس اور قابل ہستی کی پرورش وسرپرستی پر خاص توجہ مبذول کی۔ لیکن یہ صاحب ل صدارت وزارت سے ہمیشہ دامن بچاتے رہے۔ اور بادشاہ سے معذرت کرتے رہے۔ انھوں نے کبھی کسی کی دل آزاری نہیں کی۔ ان کی خطِ تعلیق کی بہت سی تحریریں نظر سے گزری ہیں۔

ضیاالدین یوسف :- بن مولانا عبدالرحمن جامی۔ یہ علم وفضل کے ساتھ خطاطی میں بھی بڑے ماہر تھے۔ اور بے مثال خوشنویس تھے۔ خط نستعلیق علی الکاتب کی طرز پر بہت خوب لکھتے تھے۔ ان کی بھی بہت سی تحریریں نظر سے گزری ہیں۔

محمد حسین کشمیری :- نستعلیق نویس۔ یہ ہندوستان کے خوشنویسوں میں سے ہیں۔ بہت اچھا اور نازک لکھتے تھے۔ تمام استاد اور خطاط ان کو استاد مانتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اکبر بادشاہ نے ان کو "زرین رقم" کا خطاب دیا تھا۔ اور ابوالفضل نے اِن کو "جادو رقم" کہا ہے۔ ان کی لکھی ہوئی کتابیں اور قطعے خفی اور جلی (دونوں خطوں میں) دیکھنے میں آئے ہیں۔

میر خلیل اللہ شاہ :- یہ عراق عجم کے سادات میں سے تھے۔ یہ دکن میں ابراہیم عادل شاہ کے پاس اعلیٰ منصب تک پہنچے۔ اور شہر بیجاپور میں انھوں نے اپنی خوشنویسی کا ڈنکا بجا دیا۔ اور شاہِ دکن نے ان کو اپنا ایلچی بنا کر ایران بھیجا اور سرفراز فرمایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب کتاب "نورس" ابراہیم عادل شاہ کی تصنیف خوشخط لکھ کر میر صاحب مذکور نے پیش کی تو بادشاہ بہت خوش ہوا۔ "بادشاہِ قلم" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے پاس تخت پر بٹھا کر اور پھر تمام وزرا، اور سرداروں کو ان کے ساتھ جانے کا حکم دیا اور بڑی عزت سے ان کو گھر پہنچایا بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص کے پاس ان کی تحریریں اور خوشنویسی کے نمونے تھے۔ ایک جوان نے جو اِن کے خط کا شیدائی اور قدرداں تھا اس نے اس شخص سے یہ تحریریں

مانگیں، لیکن اس شخص نے نہیں دیں۔ چنانچہ یہ جوان ت۔ ت۔ سو روپے لیکر گیا اس پر بھی ان تحریروں کے مالک نے انکار کر دیا اور یہ تحریریں اس جوان کو نہیں دیں۔ آخر اس جوان کو مجبور ہو کر ان تحریروں کے بدلے میں اپنا عربی گھوڑا دینا پڑا تب جا کر یہ تحریریں حاصل ہوئیں۔ ظہوری ترشیزی اس کے مداح ہیں اور ظہوری نے اپنی انشا میں بڑے رنگین الفاظ اور دلنشین قافیوں سے ان کی تعریف کی ہے کہتے ہیں کہ انکا وہیں انتقال ہوا۔ اور اپنی تحریریں تورس وغیرہ کی شکل میں اپنے بعد اس جہان میں یادگار چھوڑ گئے۔

میں نے شہر لکھنؤ میں آصف الدولہ بہادر کے کتب خانے میں ان کی دستخطی کتاب اور متعدد خطوط اور تحریریں دیکھی ہیں۔ دوسرے خوشنویسوں کے مقابلے میں ان کے خط میں زیادہ نزاکت ہے انھوں نے محمد حسین کے موٹے اور باریک (خفی و جلی) کے انداز پر میر علی کی طرز پر لکھا ہے۔ لیکن یہ طرز آقا عبدالرشید کی طرز کو نہیں پہنچتی۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرزا محمد علی اور حافظ نور کی تحریریں اور خطاطی ان کے خط پر ترجیح رکھتی ہے۔

قاضی احمد غفاری :- قاضی محمد غفاری کے بیٹے۔ یہ ایران سے آئے تھے۔ یہ بڑے اچھے شاعر اور خوشنویس تھے۔ خط نستعلیق لکھنے میں کمال حاصل تھا۔ یہ شاہزادہ پرویز کو خطاطی سکھاتے تھے۔ شاہزادے کے انتقال کے بعد نوکری چھوڑ دی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

مولانا خواجہ محمود :- یہ بلا واسطہ ملا میر علی کے شاگرد ہیں۔ ان کے دونوں خط (خفی اور جلی) اعلیٰ درجے کے ہیں۔ کبھی کبھی یہ اپنا کوئی قطعہ اور تحریر ملا میر علی کے نام سے منسوب کر دیتے تھے اور لوگ پہچان نہیں سکتے تھے۔

عبدالصمد شیریں قلم :- یہ جلال الدین اکبر بادشاہ کے دربار میں تھے۔ خط نستعلیق خوب لکھتے تھے۔ ان کا خط بہت شیریں تھا۔ یہ بڑے قابل، شاعر اور اکبر کی نظر کیمیا اثر کے تربیت یافتہ تھے۔

ملا علی احمد مُہر کن :- تمام خطوط کے ماہر تھے۔ اور تمام خطوط میں مُہر پر بہت عمدہ اور صاف کھدائی کرتے تھے۔ شعر بھی اچھا کہہ لیتے تھے۔

ملا سعید سمرقندی :- بڑے عقلمند اور اچھے خوشنویس تھے۔ اکثر علوم میں ماہر تھے اور ان کو شاہی سرپرستی حاصل تھی۔

میر فتح اللہ شیرازی :- بڑے فاضل اور خوشنویس تھے۔ ۹۹۰ھ میں دکن پہنچ کر شاہی

ملازمت اختیار کی۔ بڑے عاقل اور تجربہ کار تھے۔ علوم عقلی و نقلی میں یہ خراسان عراق اور ہندوستان کے علما میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ اور اپنے زمانے میں بے مثال ہستی تھے۔ اور نیرنجات و طلسمات میں بھی کافی دخل رکھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایک پن چکی بنائی جو خود بخود چلتی تھی اور آٹا پیستی تھی۔ اور ایک ایسا آئینہ انھوں نے بنایا تھا جس میں دور و نزدیک سے عجیب عجیب شکلیں نظر آتی تھیں اور ایک مرتبہ میں بندوق بارہ مرتبہ چلنے والی بھی ایجاد کی۔

تنجر بیگ :- علم و حکمت میں اور خاص طور پر تحریر اور موسیقی میں بڑے ماہر تھے۔

(اشرف خاں) - میر منشی اپنے زمانے کے بڑے فاضل آدمی تھے۔ ان کا اصلی نام محمد اصغر ہے اور یہ عرب شاہی سادات میں سے تھے۔ اور رسات رسوم الخط کے ماہر تھے یہ اکبر کے سرداروں میں شمار کئے جاتے تھے۔

مظفر خاں :- ان کا نام مظفر علی تھا۔ خوشخطی میں ماہر تھے۔ اور بڑے زبردست لکھنے والے تھے۔ امیر الامرائی کے منصب پر سرفراز تھے۔ یہ بنگال میں قاقشالان کے حادثے میں مارے گئے۔

مرزا عبدالرحیم خانخاناں :- بیرم خاں کے بیٹے تھے۔ گجرات کی فتح کے بعد یہ خانخاناں اور سپہ سالاری کے منصب سے سرفراز ہوئے۔ اور ان کے ہاتھوں بڑے بڑے کام اور فتوحات انجام پائیں۔ ان کی عقل و دانش اور علم و کمالات کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا جائے کم ہے۔ خوشنویسی میں انھوں نے بڑی مہارت حاصل کی تھی۔ اور ہندی میں ان کو بڑا دخل تھا۔ اور ہندی خوب لکھتے تھے۔ نظیری نیشاپوری بھی منجملہ دیگر مداحوں کے ان کے مدح سرا تھے۔ یہ علما، وفضلا پر بہت مہربان تھے اور درویشوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ موروثی شاعر تھے شہنشاہ اکبر کے زمانے میں اپنے کمالات اور خوبیوں کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ غزل میں رحیم تخلص کرتے تھے۔

مرزا ایرج و مرزا داراب :- یہ دونوں خانخاناں کے بیٹے تھے۔ خط نستعلیق اور نسخ خوب لکھتے تھے۔ ان کے لکھے ہوئے بہت سے قطعے اور ہفت بند نظر سے گزرے ہیں۔ یہ قطعات اور ہفت بند زرفشاں کاغذ پر سنہری اور رنگین بڑے خوشنما لکھے ہوئے تھے۔

خواجہ سلطان علی :- ان کا لقب " افضل خاں " تھا۔ یہ شہنشاہ ہمایوں کے امرا میں سے تھے۔ ان کو " افضل خاں " کا خطاب شہنشاہ جلال الدین اکبر نے دیا تھا۔ عقل و ذہانت اور

خوشخطی میں بڑے کامل تھے۔

ٹوڈرمل :- یہ قوم سے کھتری تھے۔بہت اچھا لکھنے والے تھے۔اور خطوط بہت خوشخط لکھتے تھے۔ مظفر خاں کے وسیلے سے یہ اکبری دور میں وزارت کے منصب تک پہنچے۔ سترہ سال تک مستقل دیوان رہے۔ یہ چار ہزار سوار رکھتے تھے۔ ۹۸۹ھ میں انتقال کر گئے۔

زین خاں کوکہ :- اپنی سوجھ بوجھ اور کمالات کے لحاظ سے بیحد ممتاز تھے اور بہادری اور دیگر اخلاقی خوبیوں کے لحاظ سے اپنے زمانے میں بے مثال تھے پنجہزاری کے منصب پر ممتاز تھے

ملا عبدالقادر اخوند :- یہ شہنشاہ جلال الدین اکبر کے استاد تھے۔ اور عربی و فارسی کے علاوہ دیگر علوم اور خطوط نویسی میں باکمال تھے آخر عمر میں حجاز کے سفر پر گئے۔

رائے سوہر :- یہ رائے لون کرن کے بیٹے تھے۔ بچپن سے ہی شاہانہ شفقت کے زیر سایہ ان کی تربیت و نشو و نما ہوئی۔ یہ شہزادہ سلطان سلیم یعنی جہانگیر بادشاہ کی خدمت سے سرفراز رہے شاعری اور خوشنویسی میں ذاتی محنت و کوشش سے انھوں نے بڑی مہارت حاصل کی۔

محمد شریف :- خواجہ عبدالصمد شیریں قلم کے بیٹے ہیں۔ بڑے دانشور اور صاحب علم و ہنر تھے۔ عربی و فارسی اور خوشنویسی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اور اکبر کے دربار سے ہٹ کر شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں رہے اور بعض حالات و اسباب کی بنا پر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی جب ۱۱ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ میں جمعرات کے دن ابوالمظفر نورالدین جہانگیر بادشاہ غازی آگرے میں تخت پر بیٹھے۔ یہ خبر سن کر سجدۂ شکر بجا لائے اور امیر الامرائی کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔

شاہزادہ خسرو :- جہانگیر بادشاہ کے بیٹے تھے۔ عربی و فارسی کے علوم کے بڑے فاضل تھے اور خوشخطی اور انشاء پردازی میں کمال رکھتے تھے۔

سلطان پرویز :- یہ بھی جہانگیر بادشاہ کے بیٹے تھے۔ یہ عربی و فارسی کے علوم مروجہ اور خط نویسی میں بڑے ماہر تھے یہ اپنا زیادہ وقت کلام اللہ کی کتابت میں صرف کرتے تھے۔

شہزادہ خرم :- یعنی شاہجہاں بادشاہ یہ عربی و فارسی میں کامل دسترس کے علاوہ خط نستعلیق میں بڑی مہارت رکھتے تھے یہ پیر کے دن ۱۰۳۷ھ میں تخت نشین ہوئے۔ اور سینتیس ۳۷ سال کی عمر میں ۸ جمادی الثانی کو دارالخلافہ آگرہ میں تشریف لائے اور انکے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اس زمانے کے خوشنویسوں میں ملا باقر کشمیری، محمد حسین کشمیری، مقصود علی، میر محمد کاشی، حافظ عبداللہ اور محمد مقیم، خط نستعلیق، تعلیق و نسخ اور شکستہ میں مشہور و ممتاز تھے۔

میر عماد الحسینی قزوینی :- مشہور عالم خوشنویس ہوئے ہیں۔ خط نستعلیق ان سے اچھا

کسی نے نہیں لکھا۔ یہ صفاہان میں، درویشانہ زندگی گزار رہے تھے۔ امیروں اور رئیسوں سے بے نیاز تھے۔ شاہ عباس نے ستر تومان میر صاحب کے لئے بھیجے اور ان سے شاہنامہ لکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ ایک برس کے بعد شاہ عباس نے کسی کو بھیجا کہ اگر شاہنامہ میر صاحب نے لکھ لیا ہو تو لے آئے۔ میر صاحب نے ستر اشعار شاہنامے کے شروع کے جو لکھے تھے وہ بھیجدئے۔ اور شاہ عباس کو کہلوایا کہ آپ نے جو معاوضہ بھیجا تھا اس کے مطابق تحریر ارسال ہے۔ شاہ عباس کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور اس نے وہ اوراق میر صاحب کو واپس بھیجدئے اور اپنے ستر تومان واپس طلب کئے میر صاحب نے ان ستر اشعار کو قینچی سے کاٹ کر اپنے ستر شاگردوں کے حوالے کر دئیے اور ہر شاگرد نے ایک ایک تومان پیش کر دیا اور ذرا دیر میں ستر تومان مہیا ہو گئے اور وہ شاہ عباس کو واپس کر دیئے۔ یہ بات شاہ عباس کو اور بھی بری لگی۔ چونکہ میر صاحب سنّی تھے اور شاہ عباس سُنّیوں کے خلاف تھا اور اس پر یہ اور اضافہ ہو گیا۔ آخر شاہ عباس نے جھنجھلا کر ایک دن منصور مسگر سے کہا کہ کیا ایسا کوئی آدمی نہیں ہے جو اس سُنّی کا کام تمام کر دے۔ اسی دن رات کو صبح صادق کے وقت جبکہ میر جمعہ کی وجہ سے غسل کے لئے حمام جا رہے تھے اس سنگدل منصور مسگر نے گھات لگا کر میر صاحب پر چھری سے حملہ کیا اور ان کا کام تمام کر دیا۔ اور خود چھپ گیا۔ صبح یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس نے دکھاوے کے طور پر یہ حکم دیا کہ "یہ پتہ چلایا جائے کہ میر کا قاتل کون ہے"، لیکن میر صاحب کا قتل شاہ کو راس نہیں آیا۔ اور میر صاحب کے رشتے دار وطن چھوڑ کر والئ روم کے پاس جا پہنچے۔ چنانچہ شاہ روم نے ٹیڑھی دل فوج ایران روانہ کر دی۔ رومی فوج نے تبریز اور اس پاس کے علاقے میں بڑی تباہی مچائی۔ قریب ایک لاکھ آدمی رومی فوج کے ہاتھوں مارے گئے اور عراق و خراسان کے لوگوں کو میر صاحب کے قتل کی خبر سے شدید صدمہ پہنچا۔

بیان کرتے ہیں کہ میر عماد ملا میر علی کی طرز پر لکھتے تھے۔ اور ان کی روش کو انتہا پر پہنچا دیا تھا اور اپنے حسن کتابت کی بدولت ملا میر علی سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ اور ان کی نثر اور قطعے دنیا میں مشہور ہیں۔ اور لوگ ان کے قطعوں اور مشق کی وصلیوں کو بڑی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بہت سے بادشاہ بھی ان کے خط کے قدردان تھے چنانچہ شاہجہاں کے ابتدائی دور میں جو شخص بھی میر عماد کے خط کا کوئی نمونہ پیش کرتا تھا اس کو منصب یکصدی عنایت ہو جاتا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اکثر کتبے محمد حسین کے نام سے لکھ کر ان کے خط کو

بڑی شہرت دلائی۔

آقا رشید :- ان کا اسم گرامی عبدالرشید دیلمی تھا۔ یہ میر عماد کے بھانجے اور شاگرد بھی ہیں۔ انھوں نے ملا میر علی کی روش کو اعلیٰ درجے تک پہنچایا۔ اور خوشنویسی میں بڑی شہرت حاصل کی۔ میر عماد کے قتل کے بعد شاہجہان بادشاہ کے عہد میں ہندوستان آئے۔ اور داراشکوہ کی استادی کے منصب پر فائز ہوئے اور بڑی ترقی کی اور اعلیٰ درجے تک پہنچے یہ ملک خطاطی کے پیغمبر کہے جاتے تھے۔ باوجود ضعیف العمری کے انھوں نے مشق نہیں چھوڑی۔ آگرہ (اکبر آباد) میں ان کی حویلی اور سرائے وغیرہ تھیں اور وہیں یہ مدفون ہیں۔ الغرض یہ تمام پیشرو خوشنویسوں پر ترجیحی حیثیت رکھتے تھے۔ ان جیسا اور کوئی خطاط ان کے بعد پیدا نہیں ہوا۔ اور یہ علم دہنر انھی پر ختم ہوگیا۔ ان کے کامل شاگردوں میں، داراشکوہ، شاہزادہ ولیعہد شاہجہاں بادشاہ، محمد اشرف خواجہ سرا سعیدای اشرف، عبدالرحمٰن، اور میر حاجی وغیرہم ہوئے ہیں۔ ۱۰۸۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ چنانچہ سعیدای اشرف خطِ نستعلیق میں اِن کے شاگرد تھے اور شاعری میں مرزا صائب کے شاگرد تھے۔

خطِ نستعلیق کے خوشنویسوں کے نام جو شاہجہاں نامہ میں درج ہیں۔

محمد مراد کشمیری۔ جن کا خطاب "شیریں قلم" ہے۔ بڑے سحر طراز اور جادو رقم خوشنویس تھے۔ انھوں نے واسطی قلم سے دنیا کی تاریخ کے صفحات پر عظیم یادگار چھوڑی۔ ان کے لکھے ہوئے حروف کے دائروں اور حلقہ بندی کو دیکھ کر بڑے بڑے خوشنویس اپنے کان چھوتے ہیں۔ فن خطاطی کے نقاد اور نکتہ سنج اِن کے دونوں خطوط (خفی وجلی) کے قائل ہیں۔ اور اپنے خط کی پختگی اور خوبی کے لحاظ سے ان کو ملا میر علی اور سلطان علی کا ثانی کہا جاتا ہے۔

میر محمد صالح اور میر محمد مؤمن :- یہ دونوں میر عبداللہ "مشکیں قلم" کے بیٹے ہیں۔ دونوں بھائی بڑے تازہ نگار اور سحر رقم ہوئے ہیں۔ ان کا لکھا ہوا ہر قطعہ حسن میں بے مثال ہے۔ ان کے بنائے ہوئے دائرے آسمان کے دائرے کی زینت اور ان کے خط کا ہر نقطہ آنکھ کی پتلی

کا نمونہ ہے۔ میر صالح بڑے اچھے شاعر بھی تھے۔ یہ فارسی کلام میں کشفی اور ہندی شاعری میں سبحانی تخلص کرتے تھے۔ اسی طرح دوسرے بھائی میر مومن بھی اعلیٰ درجے کے شاعر تھے اور عرشی تخلص کرتے تھے۔ چونکہ یہ دونوں بھائی ہندی کے گیتوں میں یکتا اور بے مثال تھے اس لئے ان کا نام سن کر ہندی گویے آج بھی کان پکڑتے ہیں۔

شرف الدین عبداللہ:۔ "عقیق کن" نگینوں پر اپنی خوش قلمی کی وجہ سے ان کی بڑی شہرت تھی۔ یہ اپنے زمانے کے بڑے ہنرمند اور صاحب کمال ہوئے ہیں۔ عقیق پر کھدائی کا کام ایسا جچا تلا کرتے تھے کہ بڑے استاد حیران رہ جاتے تھے۔ ان کا خط، خط خوبان کی طرح زینت حسن و زیبائش اور ان کے قلم کا نقش صبح بہاری کی طرح نظر افروز ہے۔ ان کے خط کی ظاہری شکل، نظر فریب اور خط کی خوبی اور نزاکت بے مثال اور یکتا ہے۔ باوجود ان صفات اور خوبیوں کے یہ صاف باطن، یکتائے زمانہ تنہائی پسند اور گوشہ نشین رہے اور دنیا کی صحبت سے کنارہ کش رہے۔

میر سید علی تبریزی:۔ ان کا خط زیبائش اور درستی ترکیب کے لحاظ سے قدرت کی قلمکاری معلوم ہوتا ہے جس میں خرابی کا شائبہ نہیں ہے۔ ان کے خط کے دائروں اور کشش کو کسی حسین کے چہرے پر چشم و ابرو کہا جا سکتا ہے۔ یا قدرت کی کاریگری کا نمونہ سمجھا جا سکتا ہے ان کے لکھے ہوئے قطعات خوشنویسی کی سند ہیں۔ حروف کے تناسب میں ملا میر علی کے قطعوں پر فائق ہے۔ اور الفاظ کی شگفتہ روئی کا یہ عالم کہ جیسے بہار نے اپنی رنگینی صفحۂ کاغذ پر بچھا رکھی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان صاحب کمال کے قلم نے خوشنویسی کے فن کو اُس مرتبے تک پہنچایا کہ اس کی مثال ہندوستان سے لے کر ایران تک نہیں ملتی۔ جب ان کی فیض نشان، انگلیاں قلم پکڑ کر حرکت کرتی تھیں تو لعل و یاقوت کو مات کر دیتی تھیں۔

شکستہ نویسوں میں مرزا جعفر جن کو کفایت خاں بھی کہتے تھے اور جلال الدین یوسف یہ دونوں محمد حسین کے شاگرد ہیں۔ آج تک خط شکستہ اور نستعلیق میں کوئی ان کا ہمسر نہ ہو سکا۔ خاص طور پر کفایت خاں جو روشنائی سے مومیائی کا کام لیتے تھے اور شکستگی کے نام پر حروف و الفاظ کا ایسا جوڑ بٹھاتے تھے کہ اس کا جواب نہیں۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ "خط شکستہ" وضع کرنے والے مرزا محمد حسین ولد مرزا شکر اللہ ہیں۔ اور یہ بزرگوار حبیب اللہ مصنف "حبیب السیر" کے عزیز اور رشتے دار ہیں۔ یہ سلطان

محمد خدا بندہ بن شاہ طہماسپ بن شاہ اسمٰعیل کے زمانے میں بعض صفوی امراء کی حسد آمیز روش سے بد دل ہوکر ہندوستان آگئے اور شہنشاہ ہمایوں کے دربار میں اعزاز حاصل کیا۔ اس کے بعد شہنشاہ جلال الدین اکبر کے امراء میں ان کا شمار رہا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد اس جہاں سے رحلت کر گئے۔

یہ خط تعلیق و نستعلیق اور ثلث نہایت اچھے لکھتے تھے۔ ان سے پہلے خط شکستہ کا کوئی ضابطہ اور اسلوب مقرر نہیں تھا اور اس کا شمار دیگر رسوم الخط کے ساتھ نہیں ہوتا تھا۔ میرزا محمد حسین نے یہ خط بہت اچھا لکھا ہے اس کو درجۂ کمال تک پہنچایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نورالدین جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں ۱۰۰۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

محمد جعفر کفایت خاں :- ولد محمد مقیم خاں۔ یہ میرزا محمد حسین کے پوتے ہیں۔ یہ خوشنویس محاسب اور منقح نویس ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنی خوشنویسی سے خط تعلیق و شکستہ کو اعلیٰ مرتبے تک پہنچایا اور ان دونوں خطوط کو نیا رنگ روپ دیا۔ اور اپنے زمانے کے خوشنویسوں میں امتیازی رُتبہ حاصل کیا۔ شاہجہاں بادشاہ کے دورِ حکومت میں شاہی عنایات کی بدولت کفایت خاں کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ اور قریب پچیس سال تک بڑی قابلیت اور فرض شناسی کے ساتھ دیوانی اور شاہ ہندوستان کے خالصہ شریف کو اپنی خداداد صلاحیت سے جنت کا نمونہ بنادیا۔ اور ایسی خوش اسلوبی سے خدمات مفوضہ انجام دیں، کہ کوئی انگلی نہ اٹھا سکا اور باوجود سلطنت کے امور میں مشغول و مصروف ہونے کے خط شکستہ کی ایسی طرز ایجاد کی کہ اس پر کوئی انگلی نہ رکھ سکا۔ محمد جعفر کفایت خاں کی وفات ۲ رمضان المبارک ۱۰۹۵ھ مطابق ۲۸ شہ عالمگیری شاہجہاں آباد (دہلی) میں ہوئی۔

درایت خاں بن کفایت خاں :- ان کا اصلی نام "عبداللہ" ہے بادشاہ کے "درایت خاں" نام سے خطاب کرنے کی وجہ سے ان کا یہ نام پڑ گیا۔ انھوں نے خط شکستہ کی کئی طرزیں ایجاد کیں اور لکھیں۔ اور اس خط کو اعلیٰ درجے تک پہنچایا۔ انھوں نے جو کچھ لکھا بہت خوب اور پسندیدہ انداز سے لکھا۔ یہ اپنے والد اور دادا سے خط شکستہ و تعلیق میں سبقت لے گئے۔ نزاکت، کرسی بندی اور متانت ان کے قلم میں اور خوشنویسوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ وضع اور اسلوب کی ایجاد میں جادو کا سا کرشمہ دکھایا۔ اگر ملا میر علی ان کے خط شکستہ کو دیکھ لیتے تو شاید نستعلیق نویسی چھوڑ دیتے۔ ان کا خط گل و ریحان اور باغ و بہار

ہے۔ ان کا لکھا ہوا ہر صفحہ شگفتہ باغ ہے۔ ان کے لکھے ہوئے خط خفی وجلی کے جو نمونے میری نظر سے گزرے ہیں ویسے شاید کسی نے نہیں دیکھے ہوں گے۔

محمد اکبر :۔ ان کا نام اکبر علی بن کفایت خاں ہے۔ خوشنویسوں کے خاندان میں انھوں نے اپنے جداگانہ اور نئے اصول اور آئین وضع کئے۔ انھوں نے نہایت دلکش اور دلچسپ طرز تحریر نکالا۔ اپنے خط کی متانت و نزاکت سے کاغذ کے صفحے پر باغ لگا دیتے تھے۔ ان کی باغ و بہار تحریریں میری نظر سے گزری ہیں۔

محمد موسیٰ بن کفایت خاں :۔ اپنے والد کی طرز پر انھوں نے بھی بہت اچھا لکھا اور دائروں اور کششوں کی بڑی دلکش وضع ایجاد کی۔

میاں کمل خاں بن کفایت خاں :۔ انھوں نے بھی خط شکستہ کو کئی انداز سے لکھا ہے اور بہت اچھا لکھا ہے۔ ان کی تحریریں بڑی ہی دلکش اور جاذب نظر ہیں۔

نواب مرید خاں :۔ ان کا نام محمد صادق طباطبائی تھا۔ صحیح النسب سید تھے۔ اور آباؤ اجداد کی طرف سے عالی نسب تھے۔ یہ شاہی امرا کی صف میں شمار کئے جاتے تھے۔ یہ بڑے با اخلاق اور خوش باش تھے۔ انھوں نے خط شکستہ و تعلیق اور ثلث وغیرہ کو اعلیٰ درجے تک پہنچایا۔ اور خط شکستہ کئی طریقوں سے لکھتے تھے ان کا انداز تحریر بڑا خوش آئند اور دلچسپ تھا میں نے ان کے لکھے ہوئے کئی قرآن شریف اور چند نسخے گلستان کے بڑے حسین سنہری کام اور رنگین حاشیوں کے ساتھ خط شکستہ اور تعلیق میں لکھے ہوئے لکھنؤ میں دیکھے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انھوں نے خط شکستہ اکبر علی اور درایت خاں پسران کفایت خاں سے حاصل کیا تھا۔

شاہ امیر خاں :۔ نواب محمد مرید خاں کے پوتے تھے۔ یہ بھی بڑے باکمال متواضع با اخلاق اور خوش باش تھے۔ خط شکستہ و تعلیق لکھنے میں یہ اپنے آباو اجداد کے دوش بدوش تھے۔

مرزا احمد طباطبائی :۔ یہ نواب مرید خاں کی اولاد میں سے ہیں۔ بڑے سمجھدار صاحب فہم و دانش تھے۔ خط شکستہ اور نسخ وغیرہ اپنے خاندان کی روایات کے مطابق باکمال طریقے سے لکھتے تھے۔ اِن سے میری ملاقات فیض آباد میں ہوئی تھی۔ باوجود فضائل وکمالات کے بہت ہی خلیق آدمی تھے۔

نواب مظہر خاں بن روشن الدولہ :۔ یہ بڑے عالی شان امیر تھے۔ ان کی شان شوکت،

ان کی سخاوت اور فیض رسانی اتنی مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں انھوں نے خط شکستہ نواب مرید خاں کے برابر پہنچایا۔ ان کی لکھی ہوئی بہت سی کتابیں، سنہری اور رنگین حاشیوں کے ساتھ اِن کے زورِ قلم اور ان کی شیریں قلمی کی شاہد ہیں جو میری نظر سے بھی گزری ہیں۔

میر غلام علی :۔ عالی نسب سید تھے۔ خط شکستہ میں اپنے زمانے کے استاد تھے درایت خاں کی طرز پر خط شکستہ بہت اچھا لکھتے تھے۔ اِن کے لکھے ہوئے سنہری اور رنگین قطعات میں نے دیکھے ہیں علم و ہنر اور اخلاق میں یکتا تھے۔

مرزا حاتم بیگ :۔ انھوں نے خط شکستہ کو میر غلام کی طرز پر کمال کی حد تک پہنچا دیا تھا انشا پردازی اور شاعری میں بڑی مہارت رکھتے تھے اور شہنشاہ اورنگ زیب کے بیٹے شاہ عالم بہادر شاہ کی سرکار میں میر منشی تھے۔ اور اُن کی انشا پردازی کی دھوم سارے عالم میں ہے۔

مرزا محمد قباد :۔ یہ مرزا ارجمند مغلپوریہ کی اولاد میں سے ہیں بڑے صاحب علم اور باہنر آدمی تھے شاعری میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے چنگیز نامہ کی چند حکایتوں کو نظم بھی کیا ہے۔ انھوں نے خط شکستہ درایت خاں کی طرز پر اعلیٰ پیمانے پر لکھا ہے۔ یہ اتنا اچھا لکھتے تھے کہ ان کا خط دیکھ کر اکثر خطاط اور مبصر مغالطے میں پڑ جاتے تھے اور ان کی تحریر کو درایت خان کی تحریر سمجھ بیٹھتے تھے۔

میر علی نقی :۔ میر غلام علی کے بھتیجے تھے۔ انھوں نے شروع میں خط شکستہ کی اصلاح اپنے چچا (میر غلام علی) سے لی۔ لیکن انھوں نے اتنی مشق کی کہ ان کا خط استاد سے بھی بڑھ گیا۔ رفتہ رفتہ ان کی تحریریں مقبول خاص و عام ہوتی چلی گئیں۔ خطِ شکستہ میں ان کے برابر خوبی اور رونق اور شیرینی کسی اور شکستہ نویس کو نصیب نہیں ہوئی۔ انھوں نے خطِ شکستہ کو نستعلیق کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ خط شکستہ انھوں نے کئی طرزوں میں لکھا ہے۔ بہر نوع انھوں نے جو کچھ بھی لکھا وہ بہت اچھا لکھا۔

خلیفہ امر اللہ :۔ یہ میر علی نقی کے شاگرد تھے۔ خط شکستہ اپنے استاد کی طرز پر بہت خوب لکھتے تھے۔ ان کے خط میں بڑی پختگی تھی ان کی قلمی تحریریں میری نظر سے گزری ہیں۔

تفضل حسین خاں :۔ بڑے قابل آدمی تھے۔ عربی و فارسی اور خصوصاً منطق و ریاضی

میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ منطق میں یہ مولوی خواجہ احمد کے شاگرد تھے اور ریاضی میں انھوں نے مرزا خیراللہ منجّم سے تعلیم حاصل کی تھی۔ شروع زمانے میں رئیسوں کی اولاد کی استادی پر گزر بسر کرتے تھے۔ تھوڑے دنوں میراں پور میں سیدزادوں کی اتالیقی اور معلمی کرتے رہے اس کے بعد پورب پہنچ کر مرزا سعادت علی خاں خلف وزیرالممالک نواب شجاع الدولہ کے اتالیقی پر سرفراز ہوئے۔ رفتہ رفتہ انگریزی دور آیا تو انھوں نے بڑا عروج حاصل کیا۔ یہ خط شکستہ اور تعلیق میر علی نقی کی طرز پر لکھتے تھے۔ یہ کشمیری تھے۔ یہ بڑے خلیق، دانا، ہر علم میں ماہر اور بڑے سلیقہ شعار تھے۔ آخر عمر میں انگریز افسروں کی سفارش سے لکھنؤ کی نظارت یعنی نواب آصف الدولہ بہادر کی سرکاری نیابت پر مامور ہوئے۔ جب نواب سعادت علی خاں وزیر ہوئے تو وکالت کے عہدے پر مقرر ہو کر کلکتہ چلے گئے۔

تجمل حسین خاں :- یہ تفضل حسین خاں کشمیری کے بیٹے تھے۔ علم و ہنر سے آراستہ تھے۔ انھوں نے خط نستعلیق کی اصلاح حافظ ابراہیم خلف حافظ نور سے لی۔ حافظ کے انداز پر اچھا لکھتے تھے۔ اور صرف جاگیر کی آمدنی پر (جو تفضل حسین خاں کے لکھنؤ سے کلکتہ جاتے وقت مقرر ہوئی تھی) قناعت کئے رہے اور اپنے گھر میں چین سے بیٹھے رہے اور زیادہ آمدنی کی کوشش نہیں کی۔

محمد حفیظ خاں :- یہ عالیمرتبت بزرگ خطاطی میں بے مثال گزرے ہیں کہتے ہیں کہ سرکار کی طرف سے داروغگی لیسا ولان پر مامور تھے۔ اس کے بعد جب زمانے نے کروٹ لی تو ملازمت چھوڑ کر مصلیٰ سنبھال کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے اور قناعت اختیار کر لی۔ یہ خط نستعلیق، نسخ، شکستہ، تعلیق اور ثلث، نہایت متانت و شائستگی سے لکھتے تھے۔ انھوں نے جو کچھ لکھا استادانہ انداز سے لکھا۔ چند جلدیں قرآن کریم کی، یاقوت کی طرز پر نہایت دلکش اور سنہری حاشیوں کے ساتھ لکھی ہوئی، انھوں نے بادشاہ کو نذر کیں۔ آخر عمر تک کلام الٰہی کی کتابت میں مشغول رہے۔ ان کی ذات سے بہت لوگوں کو فیض پہنچا اور ان کی رہنمائی کی بدولت بہت سے لوگ فن خطاطی سے فائدہ اٹھا کر شہرۂ آفاق ہو گئے۔ جن میں قابل ذکر مندرجہ ذیل حضرات ہیں۔

میر ابوالحسن عرف میر کلن، قادر بخش، محمد اسمٰعیل، محمد تقی، خط نستعلیق میں اور خط شکستہ میں، منشی لچھمن سنگھ، لچھمی رام پنڈت، لالہ سکھ رام، منشی محبوب رائے، اور منشی کسل سنگھ

وغیرہ بے نظیر کاتب اور خطاط ہوئے ہیں۔ اور یہ ناچیز غلام محمد ہفت قلمی بھی انہی کا فیض یافتہ ہے۔

رائے پریم ناتھ :۔ قوم سے کھتری تھے۔ ان کے بزرگ دفتری اہلکار اور پیشکار ہوئے ہیں۔ یہ خوشنویسی میں ممتاز تھے۔ پہلے انھوں نے خط شکستہ میں، نواب مرید خاں سے اصلاح لی اور اپنی تلون مزاجی کی وجہ سے رفتہ رفتہ میر علی نقی کی تقلید کرنے لگے اور اس وجہ سے ان کا خط بھدا ہوگیا۔

مولوی حیات علی :۔ یہ بڑے ہنرمند اور بافیض بزرگ تھے۔ اور عربی، فارسی اور ترکی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ اور خط شکستہ میں شہرۂ آفاق تھے۔ انھوں نے یہ کمال ستّر سال کی مشق و محنت کے بعد حاصل کیا تھا۔ اور اپنے خط کی خوبی کے لحاظ سے استاد سے بھی بڑھ گئے تھے۔ خط شکستہ انھوں نے پریم ناتھ سے اور خط نستعلیق خلیفہ سلطان سے حاصل کیا تھا۔ خط شکستہ انھوں نے اتنا اچھا لکھا کہ استادوں کی تحریریں بھی ان کے پایہ کو نہیں پہنچتیں۔ ان کی تعریف بیان سے باہر ہے۔

غلام محی الدین :۔ بڑے خلیق آدمی تھے۔ خط شکستہ متانت اور خوشخطی کے ساتھ لکھتے تھے۔ یہ رائے پریم ناتھ کے شاگرد رشید تھے۔ راجہ اجیت سنگھ بڈّب گڈھ والے کے یہاں صیغۂ وکالت وغیرہ میں بہت ممتاز تھے۔

غلام مجتبیٰ :۔ شکستہ نویس۔ بڑے دین دار اور متقی و پرہیزگار آدمی تھے۔ تیر اندازی اور کے فن میں بڑے ماہر تھے۔ انھوں نے خط شکستہ نواب مرید خاں سے حاصل کیا شہر کے رئیسوں اور سرکاری عہدہ داروں کی استادی، خوشنویسی اور تیر اندازی میں اچھی زندگی گزارتے تھے۔ باوجود صاحب علم و ہنر ہونے کے بڑے بردبار تھے۔

خلیفہ امام الدین :۔ بن غلام مجتبیٰ بڑے قابل اور با اخلاق آدمی تھے۔ تیر اندازی اور خطاطی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ یہ خط شکستہ رائے پریم ناتھ کی وضع پر لکھتے تھے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ انہی کے شاگرد بھی تھے اپنی کثرتِ مشق سے خط اعلیٰ درجے کا کر لیا تھا اور خط نسخ قاضی عصمت اللہ خاں کے بھتیجے عباد اللہ خان سے حاصل کیا تھا۔

نواب ابوالبرکات خان :۔ نواب عبدالاحد خان کے چچا تھے کشمیر کے رئیسوں میں سے تھے۔ علم عربی و فارسی اور انشا پردازی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اور خط شکستہ

درایت خاں کی طرز پر بہترین لکھتے تھے۔ ان کی تحریریں راجہ کنول کشن، دیوان راجہ ہمت بہادر گسائیں کے مکان پر بہت دیکھنے میں آئیں۔ خود راجہ کنول کشن بھی نواب مذکور کے شاگرد تھے۔ کشمیر میں خط کی اصلاح نواب ابوالبرکات سے لیتے تھے۔ راجہ کنول کشن بھی خط شکستہ نہایت عمدہ اور بہت دلچسپ لکھتے تھے۔ خوشنویسوں میں کوئی ان کے برابر نہیں ہوا۔

منشی رونق علی :۔ بڑے قابل و فاضل اور شاعر تھے۔ خط شکستہ میں کمال حاصل تھا۔ یہ مولوی حیات علی کے شاگرد تھے۔ ان کا وطن مُلّایان ضلع بلگرام ہے۔ لکھنؤ میں آصف الدولہ کے زمانے میں میری ان سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ ان کے والد سرکار حیدر بیگ خاں کی منشی گری پر ممتاز تھے۔ ایک دو مرتبہ میری ملاقات مولوی طالب حق کے ساتھ ان سے ہوئی ہے۔

راجہ امید سنگھ۔ اور راجہ شیر سنگھ:۔ راجہ بہادر کے بیٹے تھے۔ اور راجہ ناگرمل کے پوتے تھے۔ دونوں رائے پریم ناتھ کے شاگرد تھے۔ مشق کی کثرت کی وجہ سے ان کا خط استاد جیسا ہو گیا تھا۔ یہ دونوں بھائی تیراندازی میں بڑے باکمال تھے۔ ان کی عالی خاندانی اور شان و شوکت بہت مشہور ہے۔ جس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ دونوں بڑے بااخلاق قدرشناس اور ہنرمند تھے۔

کنور پریم کشور :۔ راجہ جگل کشور کے پوتے تھے۔ یہ بڑے خلیق، بامروت، خوبصورت جوان تھے اور شاعری، لطیفہ گوئی، اور شعر و سخن کے دلدادہ تھے۔ خط شکستہ رائے پریم ناتھ کی طرز پر بہت اچھا اور دلچسپ لکھتے تھے۔ انھوں نے فارسی کی چند مثنویاں بھی لکھی ہیں۔ اور "کلیات کلیم" اور "شاہجہاں نامہ" خط شکستہ میں خوشنویسانہ انداز سے لکھے ہیں۔ فن تیراندازی کے بڑے شائق تھے۔ ان کے دادا کی خوبیاں اتنی مشہور ہیں کہ محتاجِ بیان نہیں۔

راجہ نند رام پنڈت منشی۔ یہ بڑے صاحب استعداد اور معقول آدمی تھے۔ خط شکستہ نواب ابوالبرکات خاں وغیرہ کی طرز پر لکھتے تھے۔ انقلاب زمانہ کی وجہ سے شاہجہاں آباد سے پورب کی طرف روانہ ہو گئے اور لکھنؤ پہنچ کر سرکار نواب حسن رضا خاں کی منشی گیری پر مامور ہوئے اور بڑا امتیاز حاصل کیا اور اپنی قابلیت کی بدولت اچھی زندگی گزاری۔

لچھمن سنگھ منشی :۔ قوم سے بنئے تھے بڑے دانا اور قابل آدمی تھے فارسی عربی کے

علاوہ علم و ہنر اور عبارت پردازی میں بڑے ماہر تھے۔ ایران کے مرزاؤں کی صحبت میں بہت رہے جس کی وجہ سے دل و دماغ ہی اور ہو گئے۔ ان کی انشا کی طرز مرزا طاہر وحید اور طاہر دکھنی اور جلالا (مرزا جلال الدین طباطبائی) جیسی تھی۔ خط شکستہ میں یہ محمد حفیظ خاں کے شاگرد تھے۔ اور خط شفیعہ انھوں نے مرزا آغا سے حاصل کیا اور شعر گوئی میں میر شمس الدین فقیر کے شاگرد تھے نسخۂ "شعلۂ آہ" وغیرہ ان کی تصانیف شہر میں مشہور ہیں۔ غرور و تکبر اتنا تھا کہ اپنے کسی ہمعصر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اکثر حکیم مرزا محمدؐ کے گھر آیا جایا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی غریب خانے پر بھی تشریف لے آتے تھے۔ اور اکثر ظہوری کے اشعار کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔

لالہ لچھمی رام پنڈت :- بے نظیر منشی ہوئے ہیں۔ علم عربی و فارسی انشا پردازی اور مصوری میں بڑے کامل تھے۔ خط شکستہ و نستعلیق محمدؐ حفیظ خاں صاحب سے حاصل کئے۔ اور ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خاں، بہادر اور دیگر امرا کے پاس بڑی اچھی زندگی گزاری اور بڑا اعزاز و اقتدار حاصل کیا۔ ایسے باسلیقہ اور صاحب کمال انسان کم پیدا ہوتے ہیں۔ محمدؐ حفیظ خاں صاحب کی طرز پر خط نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ چند سال سے کثرت مشق خط اور تصویر سازی کی وجہ سے ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔

خوشوقت رائے ڈانگی :- کھتری تھے۔ ہمیشہ سے دولتمند اور باہمت تھے۔ اور ابتدائی عمر سے ہی علم و ہنر حاصل کرنے کی طرف راغب و مائل رہے۔ تھوڑی ہی مدت میں تمام علوم و ہنر سے آراستہ ہو گئے۔ اور اچھی خصلتوں میں اپنے تمام ہمچشموں سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ خوشنویسی میں کمال حاصل تھا۔ خط شکستہ انھوں نے میر علی نقی سے سیکھا۔ اور خط نستعلیق شاہ اعز الدین سے حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ دونوں خوشنویس پہلے رائے صاحب کی سرکار میں ہی رہتے تھے۔ انھوں نے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے آقا عبدالرشید اور کفایت خاں کی تحریریں خریدی تھیں۔ چنانچہ اس قوم میں ایسا صاحب استعداد، فیاض اور قدر شناس آدمی پیدا نہیں ہوا۔

رائے سدھ رائے :- قوم سے کایستھ اور وطن الہ آباد تھا۔ قدیم سے خالصہ شریفہ کے اہلکار تھے۔ ان کے بزرگ، بھوگ چند وغیرہ شاہی ملازم رہے تھے۔ یہ خوشنویسی میں بے مثال تھے۔ خط نستعلیق میں میر محمدؐ موسیٰ سے اصلاح لیتے تھے۔ اور استاد کی طرز کو انھوں نے کمال کی حد تک پہنچا دیا تھا۔ خط شکستہ یہ درایت خاں کی روش پر لکھتے تھے۔ ان کے

مکان پر اگلے پچھلے بہت سے استادوں کی قلمی تحریریں سنہری اور رنگین دیکھنے کو ملیں۔

لالہ درگا پرشاد :- لالہ دیا ناتھ کے بیٹے تھے۔ شروع میں خط شکستہ اور خط نستعلیق کی اصلاح مجھ سے لی۔ جب یہ قلم پکڑتے تھے تو خواہ شکستہ ہو یا نستعلیق دونوں میں موتی بکھیر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بڑے زود نویس تھے۔

شنکر نوساری :- رائے گوپی ناتھ کے پوتے تھے جو نواب عبدالاحد خاں کے مختار کار اور دیوان تھے۔ بڑے با اخلاق جوان تھے۔ خط شکستہ اچھا لکھتے تھے۔ بلکہ اس خط کو کمال کی حد تک پہنچایا۔ مولوی حیات علی سے اصلاح لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ کفایت خاں کی طرز میں استاد سے بھی بڑھ گئے۔

شنکر ناتھ :- کشمیری پنڈت تھے۔ خوبصورت، صالح، خلیق، سعادتمند، مہذب اور شائستہ جوان تھے۔ نادر تخلص کرتے تھے۔ ابتدا میں انھوں نے خط نستعلیق اور خط شفیعہ کی اصلاح مجھ سے لی اور خط شکستہ انھوں نے مولوی حیات علی سے حاصل کیا۔ یہ یاد رکھئے کہ عرب و عجم کے متقدمین میں یہی چھ قلم معروف ہیں۔

خط کوفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانے سے ہے۔ خلیفہ مقتدر باللہ عباسی کے زمانے تک ۳۰۴ھ میں امیرالمومنین کی فرمائش پر ابن مقلہ نے خط ثلث اور خط نسخ ایجاد کئے۔ اور ہر خط کے اصول و قواعد بنائے جن سے یہ خطوط دیگر خطوط سے ممتاز ہوئے۔ پہلی قسم کا نام "محقق" رکھا جو خط عبری سے مشابہ ہے اور اس میں زیادہ تر جھلک خط کوفی اور خط معقلی کی ہے۔ دوسری قسم کا نام "ثلث" رکھا ہے۔ یعنی جو بھی اس خط سے واقف ہوگا وہ گویا خط کے تین چوتھائی فن سے واقف ہوگا۔ اور چونکہ یہ خط محقق سے مشتق ہے جو کوفی اور معقلی سے مشابہ ہے۔ اسی لئے اس خط کو ثلث کہتے ہیں۔ اور خط نسخ اس کا تابع ہے جس طرح ریحان محقق کا تابع ہے۔ اس کے علاوہ ریحان و محقق کے اصول یکساں ہیں۔ اور ثلث اور نسخ کے اصول بھی یکساں ہیں۔ اور خط ریحان کو "ریحان" اس لئے کہتے ہیں کہ اس خط میں ریحان کی سی نزاکت اور ریحان جیسے رنگ و بو ہیں۔ اور خط نسخ کو اس لئے "نسخ" کہتے ہیں کہ عرب میں زیادہ تر کتابیں اسی خط میں لکھی جاتی ہیں۔ اور "نسخ" سے یہ مراد ہے کہ دوسرے خطوں کا ناسخ ہے اور اس کے مقابلے میں دوسرے خطوں کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ تیسری قسم کو "توقیع" کہا جاتا ہے۔ اور یہ خط طغریٰ، معقلی اور کوفی سے مشابہت بھی رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ عدالتوں میں رجسٹری

اور دستاویزات وغیرہ اسی خط میں لکھی جاتی تھیں۔ چوتھی قسم کا نام "رقاع" ہے۔ یہ نام اِس مناسبت سے رکھا کہ اُس زمانے میں تحریریں اور رقعے اِسی خط میں لکھے جاتے تھے۔ خط کوفی کا وضع کرنے والا یعرب بن قحطان ہے۔ اس نے عبری اور معقلی سے خط کوفی نکالا۔ اور اس خط کی تکمیل حضرت مرتضیٰ علیؓ کے ہاتھوں سے ہوئی۔ اور پھر یہ خط دن بدن آراستہ و پیراستہ ہوتا چلا گیا رفتہ رفتہ امیر تیمور کے زمانے تک نسخ و ثلث وغیرہ ترقی کرتے رہے۔ چنانچہ شاہزادہ میران شاہ اور بایسنغر اور سلطان ابراہیم شاہ وغیرہ ہفت قلم ہوئے ہیں۔ ہوتے ہوتے شاہ طہماسپ شاہ اسمٰعیل، شاہ عباس، بابر بادشاہ، نصیر الدین ہمایوں بادشاہ، جلال الدین اکبر، نور الدین جہانگیر بادشاہ کے زمانوں میں اچھے اچھے استاد، جیسے یاقوت مستعصمی، اور یاقوت جمال الدین، مولانا شہاب الدین، عبداللہ طباخ، مولانا جعفر تبریزی اور قبلۃ الکتاب مولانا سلطان علی مشہدی، مولانا عبدالحی، احمد پرویز، ملا علی رضا، محمد مراد، میر علی اصغر خراسانی مولانا درویش، اشرف خاں، محمد حسین، ملا عبداللہ بیگ مروارید تبریزی، علی بیگ، اور مقصود خاں وغیرہم جیسے باکمال استاد پیدا ہوئے ہیں۔

شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں عبداللہ جو عبدالباقی حداد کے نام سے مشہور تھے، آخری دور میں تمام نسخ نویسوں سے بازی لے گئے۔ اور انھوں نے خط نسخ کو نیا رنگ روپ اور زیبائش بخشی۔ ہندوستان میں آکر انھوں نے شہزادہ اورنگ زیب بہادر کے سامنے اپنا تیس اوراق پر لکھا ہوا قرآن کریم اور ایک اور قرآن شریف اور صحیفے وغیرہ پیش کئے اور ان کو یاقوت رقم کا خطاب ملا۔ اس کے بعد یہ اپنے وطن واپس چلے گئے۔ انھوں نے چند افراد اپنے شاگردوں میں سے دربار شاہی میں چھوڑے جن میں سے اکثر نے یاقوت رقم اور یاقوت رقم خانی کے معزز خطابات حاصل کئے۔ انہی میں آخری دور میں محمد عارف تھے جن کو "یاقوت" کا خطاب ملا۔ انھوں نے نسخ اور ثلث کی تحریر کو کمال کے درجے تک پہنچایا۔

عصمت اللہ:- جو یاقوت کے بھتیجے مشہور تھے۔ یہ بھی خطاطی میں باکمال تھے ان کے لکھے ہوئے کلام اللہ دیکھنے میں آئے ہیں۔

محمد افضل اور محمد عسکر اور مرزا فضل اللہ اور زین الدین وغیرہ یاقوت کے شاگرد تھے۔ ان کی تحریریں بھی نظر سے گزری ہیں۔ پہلی نظر میں بالکل ایسا لگتا تھا جیسے یاقوت کا

خط ہو۔ ان میں سے ہر ایک یاقوت کا ہمسر ہوا ہے۔

کلو خاں عرف غلام حسین خاں :۔ یہ یاقوت کے بھتیجے عصمت اللہ خاں کے شاگردوں میں سے تھے۔ خط نسخ کی تحریریں یاقوت کی طرز پر لکھنے میں یہ بے مثال تھے۔ یہ حافظ تھے اور بڑے با اخلاق، پابند شرع، متقی اور پرہیزگار تھے۔ خط نسخ کے خوشنویسوں میں ان کا شمار تھا۔

قاضی عصمت اللہ خاں :۔ یہ وہ نیک نفس بزرگ ہیں جنھوں نے خط نسخ میں تمام خوشنویسوں پر فوقیت حاصل کی۔ اور خط نسخ یاقوت سے بھی بہتر لکھا۔ انھوں نے خط نسخ کو نئی ترکیب، نئے اسلوب اور نئے ڈھنگ سے بہت اچھا لکھا۔ یہ اتنے مشہور خطاط ہیں کہ ان کی تعریف بیان نہیں کی جا سکتی۔ انھوں نے کلام اللہ شریف، حمائل، قطعے، اور مشق کی وصلیاں بہت سی لکھی ہیں۔ اور یادگار چھوڑی ہیں ۱۱۸۶ھ میں رحلت فرما گئے۔

فیض اللہ خاں :۔ قاضی عصمت اللہ خاں کے حقیقی بھائی تھے۔ نسخ میں یہ بھی زبردست خوشنویس گزرے ہیں۔ ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے بہت سے کلام اللہ شریف دیکھے گئے ہیں۔

عباد اللہ خاں :۔ قاضی عصمت اللہ خاں کے بھتیجے تھے۔ میاں فیض اللہ خاں کے بیٹے تھے۔ قاضی صاحب کے لکھے ہوئے کئی کلام اللہ کی تکمیل کی اور اس انداز سے لکھا کہ کوئی مبصر بھی ان کے اور قاضی صاحب کے خط میں فرق و امتیاز نہ کر سکا۔ یہ قاضی صاحب کی طرز پر نسخ بہت خوب لکھتے تھے۔

میر گدائی مغلپوریہ :۔ یہ قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگردوں میں سے تھے۔ خط نسخ خوب لکھتے تھے۔ بڑے مشاق خطاط تھے۔

حافظ ابوالحسن :۔ یہ قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگرد تھے۔ خط نسخ نہایت شیرینی کے ساتھ لکھتے تھے۔ بڑے متقی اور بہت با اخلاق اور متواضع آدمی تھے۔ ابتدا میں یہ مرزا اکبر شاہ بہادر کی استادی پر مامور تھے۔

میر کرم علی :۔ عالی نسب سید تھے۔ بڑے نیک خوش اخلاق اور متقی تھے۔ خط نسخ لکھنے میں قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگرد تھے۔ استاد کی طرح انھوں نے بھی کئی کلام اللہ لکھے۔ علم عربی اور طب میں بڑے ماہر تھے۔ اور کوچہ چیلان لاہوری دروازہ دہلی میں رہتے تھے۔

حافظ مسعود :- بڑے نمازی پرہیز گار آدمی تھے۔ اول زمانے میں انھوں نے قاضی عصمت اللہ خاں صاحب سے اصلاح لی۔ بعد میں روہیلوں کی ترغیب و فرمائش پر اپنے استاد کی روش چھوڑ کر لاہوری آمیز خط اختیار کرلیا۔ یہ نواب ضابط خاں خلف نجیب الدین بہادر کی سرکار سے وابستہ رہے۔

عنایت اللہ مبروص :- یہ بھی قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگرد ہیں۔ یہ بھی روہیلے افغانوں کی خاطر اپنی اصل روش چھوڑ کر لاہوری آمیز خط میں لکھنے لگے تھے۔ اِن کی زیادہ تر نشست چاندنی چوک میں مسجد عنایت اللہ خاں میں تھی۔

میر امام علی بن میر امام الدین :- یہ صحیح النسب سید تھے اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور بڑے صاحب فضل و کمال تھے۔ علم طب میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ اور قاضی عصمت اللہ خاں کی روش پر خط نسخ بہت اچھا لکھتے تھے۔ اور شاہزادہ میرزا ابوظفر ولیعہد بہادر کے خوشنویسوں میں ممتاز و معزز تھے۔

میر جلال الدین۔ یہ میر امام علی کے بیٹے تھے۔ یہ بھی اپنے والد کی طرح خط نسخ خوب لکھتے تھے۔ یہ بھی ولیعہد بہادر کے خوشنویسوں میں شامل تھے۔

حکیم محمد حسین :- یہ بھی خط نسخ کے خوشنویسوں میں سے تھے۔ احمد تبریزی کی طرز پر بہت اچھا لکھتے تھے۔

میر زین العابدین :- صحیح النسب سید تھے۔ بڑے شیریں زباں اور با اخلاق تھے۔ طغریٰ نویسی میں شاہی ملازم تھے۔ خط نستعلیق میں شاہ اعز الدین کے شاگرد تھے۔ خط طغریٰ میں بڑے ماہر تھے۔ بڑے جہاندیدہ اور اچھے لوگوں کی صحبتوں میں رہے تھے ۱۲۲۸ھ میں دہلی میں وفات پائی۔

میر مہدی :- میر مقصود کے بیٹے تھے جوان صالح، متواضع، مہذب اور با اخلاق تھے کئی خط لکھتے تھے۔ لیکن خط طغریٰ کے خفی و جلی دونوں خطوں میں انتہائی با کمال تھے۔ انھوں نے خط طغریٰ میں اپنی ذہانت سے بہت سی باریکیاں ایجاد کیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ انشا پردازی میں لچھمی رام پنڈت کے شاگرد تھے۔ بہت عرصے تک حکیم میرزا محمد صاحب کی سفارش سے یہ نواب میرزا حسام الدین حیدر خاں بہادر کی سرکار میں محرری اور خطاطی کے صیغے سے وابستہ رہے۔